شرح رسائل توحید

شروط لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

حامد کمال الدین

شروطِ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل** پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ **ایقاظ** کے تحریری مشن میں معاون بنیے

شرحِ رسائلِ توحید
1

شروطِ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حامد کمال الدین

مطبـــــوعات ایقـــــاظ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اول: شعبان ۱۴۲۸ھ، اگست ۲۰۰۷ء

طبع دوئم: جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ، مئی ۲۰۰۸ء

عنوان: شروط لا الہ الا اللہ

(بسلسلہ شرح رسائلِ توحید)

مؤلف: حامد کمال الدین hamidateeqaz@gmail.com

ناشر: مطبوعات ایقاظ

قیمت: Rs. 60

برائے رابطہ و وی پی:

مطبوعاتِ ایقاظ

336D سبزہ زار، لاہور

Ph: 042-7530541 / 0323-4031634

www.eeqaz.com

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر

آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

فہرست

کیا کلمہ کی کوئی ''شرطیں'' بھی ہیں؟	۷
کلمہ کی سات شرطیں	۱۴
پہلی شرط...... علم	۱۶
دوسری شرط...... یقین	۲۷
تیسری شرط...... اخلاص	۳۳
چوتھی شرط...... صدق اور وفا	۳۹
پانچویں شرط...... محبت	۴۳
چھٹی اور ساتویں شرط...... انقیاد اور تسلیم	۴۷
فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ	۵۴
چند اقتباسات از قرة عیون الموحدین	۵۵

سلسلہ ''شرح رسائلِ توحید'' کا یہ پہلا رسالہ اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ مکمل ہو جانے پر یہ پورا سلسلہ کتابی صورت میں بھی دستیاب ہوگا۔ البتہ دعوتی مقاصد کیلئے ان رسائل کا الگ الگ عام کیا جانا مفید تر رہے گا۔ لہٰذا دعوتِ عام کے افادہ کے پیشِ نظر یہ رسائل علیحدہ علیحدہ شائع کئے جاتے رہیں گے۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے یہ محمد بن عبدالوہابؒ و آل کے تالیف کردہ رسائل ہیں جن کی ہم نے اپنے برصغیر کے اردو خواں طبقوں کیلئے شرح کی ہے۔ ان رسائل کا خواص کے ساتھ ساتھ عوام میں پھیلایا جانا بلکہ ان کو باقاعدہ پڑھایا جانا اور مساجد و مجالس میں اس پر نشستیں رکھی جانا عقیدہ کو قلوب میں راسخ کر دینے کے معاملہ میں ان شاء اللہ نہایت ممد ہو سکتا ہے۔ ''رسائلِ توحید'' صرف متن کے ساتھ مطلوب ہوں تو وہ کتابچہ الگ سے دستیاب ہے۔ مفت تقسیم کیلئے ارزاں نرخوں پر یہ سب رسائل ادارہ ایقاظ سے طلب کئے جا سکتے ہیں۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

کلمہ کی کیا کوئی "شرطیں" بھی ہیں؟

کیا 'کلمہ' کی کوئی شرطیں بھی ہیں؟

یعنی کیا کچھ ایسی شروط ہیں جن کے پورا ہوئے بغیر آدمی کا کلمہ گو ہونا ہی معتبر نہ ہو؟ آدمی کلمہ پڑھتا تو ہو مگر اُس کا کلمہ پڑھنا - اسلام کے اندر- تسلیم ہی نہ ہوتا ہو اور دنیا اور آخرت کے وہ فوائد جنہیں وہ کلمہ گو ہونے کے ناطے حاصل کرنا چاہتا ہے وہ اُسے حاصل ہی نہ ہوں، کیونکہ کلمہ کی کچھ بنیادی شرطیں اُس سے پوری ہونے سے رہ گئیں؟

مگر اِس سوال پر تعجب کیوں؟

کیا اسلام کے اندر ہم نماز کی شرطوں سے واقف نہیں؟ روزہ، حج، زکات، قربانی...... کونسا عمل آخر ایسا ہے جس کی شریعت کے اندر کوئی شرطیں نہ ہوں؟ بطورِ مثال، نماز اگر آپ نے بغیر وضو پڑھ لی ہے تو کیا اُس نماز کا کوئی اعتبار ہے؟ آخر کیوں اِس نماز کا کوئی اعتبار نہیں، باوجود اِس کے کہ نماز آپ نے 'پڑھی' ہے؟ کیونکہ نماز کی ایک شرط پوری ہونے سے رہ گئی، یعنی باوضو ہونا۔ قبلہ رخ ہونا ایک دوسری شرط ہے، بے شک آپ ساری نماز درست اور سنت طریقے پر ادا کرلیں لیکن اگر آپ قبلہ رخ ہونے کی شرط پوری نہیں کر رہے تو ایک عامی تک آپ کو بلا تامل کہے گا 'صاحب آپ کی نماز نہیں ہوئی'۔ پس ثابت ہوا ہر عمل اپنے قبول اور معتبر ہونے کیلئے اس بات کا ضرورتمند ہے کہ شریعت میں اُس کیلئے اگر کوئی شرطیں ہیں تو پہلے وہ پوری کرلی گئی ہوں۔

تو کیا یہ درست ہوگا کہ نماز کی شرطیں تو ہم پڑھیں۔ زکوٰۃ، روزہ، حج وغیرہ کی شرطیں بھی ہمیں پڑھائی اور بتلائی جائیں، مگر اسلام کا وہ سب سے پہلا رکن یعنی ''کلمہ'' ہمارے ہاں اس طرح نظر انداز ہو کہ ہم اِس کی شرطیں تک نہ جانیں اور نہ ہمیں کلمہ کی یہ شرطیں مساجد کے اندر کبھی پڑھائی اور بتائی جائیں، الا ماشاء اللہ۔

قرآن اور حدیث نے تو جہاں نماز روزہ ایسے دوسرے اعمال کی شرائط بتائی ہیں وہاں اس سے کہیں زیادہ وضاحت کے ساتھ کلمہ کی شروط بتائی ہیں۔ لہٰذا جس طرح نماز کی کوئی شرط پوری نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی اسی طرح کلمہ کی کوئی شرط پوری ہونے سے رہ گئی ہو تو کلمہ نہیں ہوتا، چاہے کتنی ہی بار پڑھ لیا گیا ہو۔

مگر یہاں آپ ایک عجب معاملہ دیکھیں گے۔ دامن پر گندگی کی ایک چھینٹ دیکھ کر تو آپ کو صاف بتا دیا جائے گا کہ جاؤ پہلے اسے دھو کر آؤ، اس حالت میں تمہاری نماز ہی سراسر باطل ہے، کیونکہ 'طہارتِ لباس' نماز کی ایک ''شرط'' ہے...... مگر شرک کی جتنی مرضی نجاست کوئی اٹھائے پھرے اور عبادتِ طاغوت کا وہ کیسا بھی دم کیوں نہ بھرتا ہو، اُس کا 'کلمہ گو' ہونا پھر بھی پوری طرح معتبر!!! کوئی اُس کو نہ بتائے گا کہ اس شرک کے باعث تمہاری کلمہ گوئی اب عین اُسی طرح باطل ہو چکی جس طرح کہ لباس پر پلیدی پائے جانے کے باعث کسی کی نماز باطل ہو جایا کرتی ہے۔

پس ضروری ہے کہ کسی بھی عمل کی شرطیں جاننے سے پہلے آدمی کو ''کلمہ'' کی شروط معلوم ہوں۔ کیونکہ ''کلمہ'' کی شروط پوری نہ ہوئیں تو آدمی کا ''کلمہ گو ہونا'' معتبر نہ ہوگا۔ آدمی کا ''کلمہ'' معتبر نہ ہوا تو پھر نہ نماز نہ روزہ، حج اور نہ قربانی...... کچھ بھی معتبر نہ ہوگا۔ لہٰذا دین کے کسی بھی عمل کو معتبر اور قبول کروانے کیلئے ضروری ہے کہ آدمی کا ''کلمہ گو ہونا'' ہی پہلے پایۂ اعتبار کو پہنچے۔

ارکانِ اسلام کی تعلیم میں ہماری وعظ و تلقین اور ہماری یاددہانی عموماً یا تو نماز سے شروع ہوتی ہے یا پھر نماز سے بھی بعد کے کسی عمل سے۔ رہا اسلام کا رکنِ اول جو کہ صرف

ایک رکن نہیں بلکہ باقی سب ارکان کی قبولیت اسی ایک رکن کی قبولیت پر موقوف ہے، تو اس کے حدود و قیود بتانے پر یہاں کم ہی کوئی جان کھپاتا دیکھا گیا ہے، ''کلمہ'' کا عموماً ایک سرسری ذکر کر دینا ہی کافی سمجھا جاتا ہے۔

کلمہ کی ''شروط'' conditions اور ''تقاضوں'' demands کا فرق جان لیا جانا یہیں پر ضروری ہے۔ اس فرق کے روپوش ہونے سے ہی 'خارجیت' اور 'اِرجاء' کی صورت میں افراط اور تفریط کی صورتیں نکلتی ہیں:

لوگوں کو جب کلمہ کی شرطیں بتائی جاتی ہیں تو وہ 'کلمہ کی ان شرطوں' کو 'کلمہ کے تقاضوں' کے ہم معنیٰ جان لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شروطِ لا الہ الا اللہ کے پورا نہ ہونے کے باعث آدمی کی کلمہ گوئی کو غیر معتبر ماننے پر کچھ لوگوں کو تعجب ہونے لگتا ہے۔

جہاں تک کلمہ کے تقاضوں کا تعلق ہے تو وہ تو بے شمار ہیں اور بلحاظِ اہمیت درجہ بدرجہ تقسیم ہوتے ہیں۔ ان پر محنت ہر شخص سے مطلوب ہے مگر ''کلمہ کی شرطیں'' اس سے ایک مختلف چیز ہیں۔

کسی چیز کی 'شروط' وہ چیز ہیں جن پر اُس چیز کا وجود موقوف ہو۔ یعنی ان کے پورا ہوئے بغیر اُس چیز کا وجود ہی تسلیم نہ کیا جائے گا۔ البتہ اُس کے 'تقاضوں' کی نوبت تب آتی ہے جب اُس کا وجود ایک بار معتبر مان لیا جائے۔ چنانچہ اس امر کی ترتیب یوں ہوگی کہ پہلے لا الہ الا اللہ کی شرطیں پوری ہوں گی تو آدمی کا 'کلمہ گو' ہونا معتبر ہوگا۔ پھر جب شہادتین یعنی آدمی کا کلمہ گو ہونا معتبر ہوگا تو اُس کے بعد لا الہ الا اللہ کے تقاضے پورے کرنے پر محنت کروائی جائے گی۔

لا الہ الا اللہ کے تقاضے بے شمار ہیں۔ لا الہ الا اللہ کے فکری و نظریاتی تقاضے ہیں۔ شعوری و وجدانی تقاضے ہیں۔ عملی تقاضے ہیں۔ انفرادی تقاضے الگ ہیں، اجتماعی تقاضے الگ۔ ان میں سے کچھ تقاضے، فرائض کا درجہ رکھتے ہیں اور کچھ، مستحبات کا۔ حتیٰ

کہ خود فرائض میں درجہ بندی ہے۔ پھر مستحبات میں درجہ بدرجہ تقسیم ہے۔ محرمات و مکروہات سے اجتناب بھی لا الہ الا اللہ کے تقاضوں میں ہی شمار ہوتا ہے۔ محرمات میں کبائر اور صغائر کی تقسیم الگ ہے۔ غرض دین کے جتنے مطالبے ہیں ان سب پر عمل پیرا ہونا لا الہ الا اللہ کے تقاضوں ہی میں آتا ہے۔ یقیناً دین کے کچھ تقاضے ایسے ہیں جن کے ترک سے آدمی کا کفر بھی لازم آتا ہے جبکہ کچھ تقاضے ایسے ہیں جن کے ترک سے محض فسق لازم آتا ہے اور کچھ کے ترک سے محض بلندیِ درجات میں کمی آتی ہے۔۔

مگر لا الہ الا اللہ کی 'شروط' بالکل ایک اور چیز ہیں۔ 'شروط' کو 'تقاضوں' کے ساتھ خلط کر دینا ہرگز درست نہیں۔

دین کے بقیہ امور پر محنت بھی بہت ضروری ہے، مگر شروطِ لا الہ الا اللہ پر محنت اس سے کہیں پہلے اور کہیں بڑھ کر ضروری ہے۔ بلکہ دین کے باقی امور پر محنت کا فائدہ مند ہونا ہی اس بات پر منحصر ہے کہ کلمہ کی شروط صحیح طریقے سے ادا کر لی گئی ہو۔

شروطِ لا الہ الا اللہ کے ضمن میں دو اور باتیں اختصار سے واضح ہو جانا ضروری ہے:

پہلی بات: یہ کہ لوگوں پر لا الہ الا اللہ کی شروط واضح کرنا ایک تعلیمی اور دعوتی عمل ہے۔ ان کی بدولت ایک انسان اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو کلمہ گو کہنے میں کہاں تک حق بجانب ہے۔ البتہ جس وقت دوسروں پر فتویٰ لگانے کیلئے شروطِ لا الہ الا اللہ کو بنیاد بنانے کا سوال ہو وہاں بلاشبہ کچھ شرعی رکاوٹیں بھی پائی جا سکتی ہیں۔

نواقضِ اسلام کے برعکس، شروطِ لا الہ الا اللہ کا معاملہ زیادہ تر انسانوں کی گرفت میں آنے والا نہیں۔ یہ بات شروطِ لا الہ الا اللہ پر ایک نظر ڈالنے سے ہی واضح ہو جاتی ہے۔ مثلاً لا الہ الا اللہ کی شرط ہے کہ آدمی کو اِس کی حقیقت کا علم ہو۔ یقین ہو۔ اِس کے لئے اُس میں اخلاص ہو۔ صدق ووفا ہو۔ محبت ہو وغیرہ وغیرہ۔ اب کسی دوسرے کی بابت یہ فیصلہ کرنا کہ کہاں تک اُس (دوسرے) نے لا الہ الا اللہ کی حقیقت کا علم لیا ہے،

کہاں تک اُس کو اِس پر یقین حاصل ہے، کہاں تک اُس میں اِس کے لئے اخلاص پایا جاتا ہے، اور کہاں تک وہ اِس سے محبت کرتا ہے...... کسی دوسرے کی بابت یہ فیصلہ کرنا ظاہر ہے کہ آسان نہیں، بلکہ بیشتر حالات کے اندر یہ غیر ضروری بھی ہوتا ہے۔ شروطِ لا الہ الا اللہ کی نشر و اشاعت دراصل ایک تعلیمی، دعوتی، تربیتی اور تحریکی ضرورت ہے، مگر دوسروں پر ان کی تطبیق ایک الگ موضوع ہے۔ پس یہی ضروری ہے کہ ہمارے داعی و داعیات دعوت کے اندر ہی اِس کو ایک اہم موضوع بنائیں، البتہ دوسروں پر اِن کے لاگو کیا جانے کو اہلِ علم پر چھوڑ دیں۔

دوسری بات: یہ کہ شروطِ لا الہ الا اللہ کے پورا کیا جانے کی ایک کم از کم حد ہے، اور وہ ہر شخص سے ہی ہر حال میں مطلوب ہے۔ البتہ زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ یوں تو اعضاء و جوارح کے عمل کا بھی یہی معاملہ ہے مگر قلبی اعمال میں تو 'زیادہ سے زیادہ' کی بہت گنجائش ہے۔ اب مثلاً لا الہ الا اللہ کی حقیقت کا علم ہے، جو کہ کلمہ کی پہلی شرط ہے، تو ظاہر ہے حقیقتِ لا الہ الا اللہ کا علم پانے کی کوئی حد نہیں۔ یقین ہے، جو کہ دوسری شرط ہے، اِس کی کوئی انتہا نہیں۔ اخلاص ہے، صدق و وفا ہے، کلمہ کیلئے محبت اور وارفتگی ہے، اِس کے حقوق کا اپنے آپ کو پابند پانا اور اس کی حقیقت کے آگے آدمی کا سرِ تسلیم خم ہوا ہونا...... اِن سب امور میں کوئی ایسا خاص نقطہ نہیں جس سے آگے آپ کہہ دیں کہ اب مزید کچھ نہیں۔ لہٰذا شروطِ لا الہ الا اللہ کا کم از کم حد تک پورا کرنا جہاں ایک متعین defined فریضہ ہے وہاں اس میں زیادہ سے زیادہ آگے جانا انسان کی قلبی و شعوری سعی کا ایک کھلا میدان ہے؛ کوئی جتنا چاہے اِس میں آگے بڑھے اور اپنے عمل کی قبولیت کو زیادہ سے زیادہ یقینی بنائے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی یہاں ضروری ہے......

شرعی نصوص کے اندر جب کسی عمل کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُس کا 'شروط سمیت ہونا' خود بخود مفہوم understood ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی جگہ کہا جائے کہ 'جو شخص نماز پڑھے

گا وہ خوب اجر پائے گا' اب کوئی شخص اس پر کہے کہ دیکھا خالی 'نماز' کا ذکر ہوا ہے، طہارت، وضو اور قبلہ رخ وغیرہ کا اِس میں ذکر ہی نہیں لہٰذا کوئی جیسے بھی نماز پڑھے بس نماز پڑھی ہو سہی اُس کا اجر اِس نص کی رو سے یقینی ہے..... تو کوئی عقلمند بھی ایک مجمل نص سے اس انداز کا معنیٰ لے اڑنے کی اجازت نہیں دے گا۔ ہر خردمند یہ کہے گا کہ شریعت نے جب اور مقامات پر نماز کی شروط واضح کر دی ہیں تو اب جہاں بھی نماز کے اجر و ثواب کا ذکر ہوگا وہاں نماز کا اپنی شرطوں سمیت ادا ہوا ہونا خود بخود مفہوم understood ہوگا۔

اب ایک مشہور حدیث جو کہ ہے تو بالکل صحیح، یعنی **من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ** ''جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہ جنت میں داخل ہوگا''[۱]...... اِس حدیث میں لوگوں نے دیکھا کہ یہاں تو بس لا الہ الا اللہ' کہہ دینے' کا ذکر ہے لہٰذا وہ اسی پر مصر ہوئے کہ اس 'کہہ دینے' کو مطلق اور بلا شرط ہی لیا جائے! اس وقت عوام الناس تو کیا پڑھے لکھے تک اس حدیث کے حوالہ سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ کلمہ زبان سے 'پڑھ دینے' پر اب کسی اور شرط کا اضافہ درست نہیں اگر چہ وہ شرط قرآن حدیث کے ہی کسی اور مقام پر کیوں نہ آئی ہو! یعنی نبیؐ ایک جگہ ایک بات مجمل کر دے اور دوسری جگہ اس کی کوئی تفصیل یا اس پر کسی شرط کا اضافہ کرے تو ہم نبیؐ کی بس وہ پہلی بات ہی لیں گے جبکہ اسؐ کی دوسری بات جس میں اس کی کچھ وضاحت اور تفصیل ہو، قابل اعتنا نہ جانیں گے۔ معاذ اللہ

چنانچہ یہ لوگ کلمہ محض 'پڑھ لینے' پر جنت کی خوشخبری کے سوا کوئی اور بات سننے کے روادار ہی نہیں! حالانکہ قرآن اور حدیث کا یہ ایک عام طریقہ ہے کہ کوئی بات ایک جگہ مجمل کی تو وہی بات کسی دوسری جگہ مفصل کر دی بلکہ اُس کی کوئی تفصیل کسی جگہ بتائی تو اُسی کی کوئی اور تفصیل کسی دوسری جگہ پر۔ ایک جگہ مطلق بات ہوئی تو دوسری جگہ اسی بات کو کچھ امور سے مقید کر دیا اور پھر یہ بھی شریعت میں واضح کر دیا کہ اللہ کے کلام کو اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کو پورا اور مجموعی طور پر ہی لیا جائے نہ کہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے۔ اور یہ

(۱) سنن الترمذی: (ما جاء فیمن یموت وہ یشھد أن لا الہ الا اللہ)

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

بھی واضح کردیا کہ اللہ اور رسولؐ کی بات کے ایک حصہ کو لینا اور دوسرے کو چھوڑ دینا گمراہی اور انحراف ہے۔

قرآن میں یا رسول اللہ ﷺ کے فرمودات میں نماز کی پوری تفصیل آپ کو ایک ہی جگہ نہیں ملے گی۔ روزہ ہو یا زکوٰۃ ہو یا حج...... کسی بھی فرض سے متعلقہ سب کی سب معلومات اور ہدایات، شروط اور ارکان اور واجبات آپ کو قرآن اور حدیث میں ایک ہی جگہ نہیں بلکہ متعدد مقامات پر پھیلے ہوئے ملیں گے۔

لہٰذا یہ حد درجہ غلط بات ہوگی کہ حدیث سے آدمی بس ایک ہی نص کو لے اور اپنی ساری عمارت اسی پر کھڑی کر لے جبکہ وہ سب احادیث جو اسی بات کی باقی ماندہ ضروری تفاصیل بتاتی ہوں ان کو دیکھنے پر ہی آدمی تیار نہ ہو۔

اس عظیم الشان مسئلہ کی تبیین کیلئے ہم کسی وقت امام ابنِ رجب حنبلیؒ کی کتاب الاخلاص کا اردو استفادہ کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں، جس سے ہم پر واضح ہوگا کہ لا الہ الا اللہ کے زبانی اقرار کو، جو کہ بلاشبہہ دین میں مطلوب ہے، ہر قسم کی شروط و قیود سے مستثنیٰ کر دینا اور نصوصِ شریعت میں وارد ہونے والی شروطِ لا الہ الا اللہ کو نا قابلِ التفات جاننا ایک صریح گمراہی ہے۔

اب آئندہ صفحات پر ہم لا الہ الا اللہ کی شروط کا باقاعدہ ذکر کریں گے۔ پہلے سات کی سات شرطیں ایک ہی صفحے پر اختصار سے دیں گے، تاکہ سب شروط بیک وقت قاری کی نظر میں آجائیں، یہ مختصر صفحہ نونہالوں کو بھی ازبر کرادیا جانا بہت مفید ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد ہم ایک ایک شرط کی شرح کریں گے اور اس پر محمد بن عبدالوہاب کے ذکر کردہ دلائل اور ان دلائل کی توضیح دی جائیگی۔ موٹے حروف میں محمد بن عبدالوہاب کے رسالہ "شروط لا الہ الا اللہ" کے متن کا اردو ترجمہ ہوگا اور نیچے باریک الفاظ میں ہماری شرح و وضاحت۔

کلمہ کی سات شرطیں

خوب جان لو:

کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی سات شرطیں ہیں:

۱) پہلی شرط تو یہ ہے کہ انسان کلمہ **لا الہ الا اللہ** کا معنی اور مطلب جانے اور یہ خوب ذہن نشین کر لے کہ اس کلمہ سے کن کن باتوں کی نفی ہوتی ہے اور کن کن باتوں کا اثبات۔

۲) دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی کو اس کلمہ پر یقین اور وثوق ہو، جو کہ اس کلمہ کو (دل ودماغ) سے جاننے کا اعلیٰ درجہ ہے، یعنی ایسا یقین کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

۳) تیسری شرط اخلاصِ (نیت) ہے، یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے

۴) چوتھی شرط ہے (اس کلمہ کے ساتھ) صدق اور وفا، یہاں تک کہ (اس کلمہ کے معاملہ میں) دروغ اور منافقت خارج از امکان ہو جائے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل** پر
آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

۵) پھر پانچویں شرط یہ ہے کہ انسان کو اس کلمہ اور اس کے معنی اور مفہوم سے ایک محبت و وارفتگی ہو اور اس کلمہ سے اس کو ایک سرور ملتا ہو

چھٹی شرط یہ ہے کہ انسان خلوصِ دل کے ساتھ، اللہ کی خوشنودی طلب کرتے ہوئے، اس کلمہ کے حقوق یعنی فرائض و واجبات ادا کرنے پر پابند ہو۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ اس کلمہ کو دل و جان سے تسلیم کرے اور اس کی کوئی بات رد کرنے کا تصور تک نہ رہے

خواتین و حضرات!
بر صغیر کی فکری و تحریکی ضروریات کو پورا کرنے کے حوالے سے
– ایقاظ میں شائع شدہ مواد پر مبنی لٹریچر و آڈیوز کی تقسیم عام، اور
– ایک نہایت مؤثر و بروقت رہنمائی دینے والا ویب سائٹ سامنے لانے کیلئے
ادارہ ایقاظ کو مالی وسائل درکار ھیں۔
ایقاظ کے تحریری مشن میں حصہ ڈالئے:
IDARA EEQAZ A/C# 021 50200 000 1228 **Meezan Bank**,
Gulshan-e-Ravi Branch, Lahore.

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی پہلی شرط

علم

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہ کی پہلی شرط تو یہ ہے کہ انسان اس کلمہ کا معنی اور مطلب جانے اور یہ خوب ذہن نشین کرلے کہ اس کلمہ سے کن کن باتوں کی نفی ہوتی ہے اور کن کن باتوں کا اثبات۔

شرح:

آدمی کا لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰـہ کہنا معتبر کب ہوگا؟ اس کی پہلی شرط یہ ہے کہ آدمی پہلے یہ معلوم کرے کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ اس سے کہتا کیا ہے۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ اس سے کن کن باتوں کا بطلان کراتا ہے اور کس کس بات کا اثبات۔

یعنی اتنا کافی نہیں کہ آدمی کلمہ کا اُردو ترجمہ جانتا ہو بلکہ یہ بھی مطلوب ہے کہ وہ کلمہ میں مذکور نفی اور اثبات کی حقیقت کو جانے۔ یعنی اس بات کو سمجھے کہ یہ کلمہ اس سے کس بات کی نفی کراتا ہے اور کس بات کا اثبات۔

نفی واضح طور پر اس بات کی کہ غیر اللہ کی کوئی ذرہ بھر عبادت اور پوجا و پرستش ہو۔ انکار صاف صاف اس بات کا کہ غیر اللہ کو پکارا جائے یا انسان کی زندگی میں اپنی چلانے کا اس کو ذرہ بھر کوئی اختیار ہو۔ یہ نفی اور یہ انکار لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کا جزو اول ہے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

آدمی کو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ سے اگر یہ بات ہی معلوم نہ ہو پائی ہو تو سمجھیے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کی سب سے پہلی شرط ہی اس کے حق میں پوری ہونے سے رہ گئی۔ یہ تو ہوئی نفی جو کہ لَآ اِلٰـہَ کے لفظ سے واضح ہے۔

اس کے بعد اِلَّا اللّٰـہ آتا ہے۔ یہ ایک اقرار ہے اور کلمہ کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس نفی کے ساتھ ساتھ آدمی یہ بھی جانے کہ اس کلمہ کو زبان سے بول کر وہ اقرار یا اثبات کس چیز کا کرتا ہے۔

اقرار واضح انداز میں اس بات کا کہ بندگی، گرویدگی، نیاز، پرستش، اطاعت، فرمانبرداری، وفاداری اور دُعا والتجا کو اللہ تعالیٰ کیلئے خاص کر دیا جائے اور پورے اخلاص کے ساتھ بندگی کے ان سب امور کو آدمی صرف اور صرف خدائے وحدہ لاشریک کیلئے ہی سزاوار جانے۔ یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا جزو دوئم ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا یہ جزو دوئم جانے بغیر بھی کلمہ کی پہلی شرط (یعنی کلمہ کی حقیقت کا علم رکھنا) پوری نہیں ہوتی۔

یہاں ہم ایک اہم امر کی جانب انتباہ کی درخواست کریں گے۔

ہمارے یہاں بہت سے نیک قابل احترام حضرات کلمہ پر یقین پختہ کرانے کی محنت پر زور دیتے ہیں جو کہ نہ صرف مستحسن بلکہ حد سے بڑھ کر ضروری ہے۔ کلمہ پر یقین حاصل کرانا کلمہ کی دوسری شرط کے طور پر آپ اس رسالہ میں آگے چل کر دیکھ ہی لیں گے۔ تاہم کلمہ کی پہلی شرط کلمہ کی حقیقت کا علم ہے۔ کلمہ کی حقیقت واضح ہی نہ ہوگی تو اس پر یقین پختہ کرانے کی محنت بھی بڑی حد تک بے سمت ہی رہے گی اور اس محنت پر مستعد ہو جانے والوں کا بھی عین وہ رخ نہ بنے گا جو کہ انبیاء نے اپنی اپنی قوموں اور معاشروں کو دینے کی اپنے اپنے دور کے اندر کوشش کی تھی اور اس پر اپنی زندگیاں صرف کی تھیں اور جس کو ــــ بہت تھوڑے پیروکار ملنے کے باوجود ــــ انبیاء نے اپنی تحریک میں واضح

---

(۱) لفظِ ''الٰہ'' کی زیادہ وضاحت کیلئے ملاحظہ فرمایئے اسی سلسلۂ رسائل کا تیسرا رسالہ ''توحید کے تین اساسی محور''، مبحثِ الوہیت۔

کرلیا تھا اور جس کے باعث ان کے خلاف مخالفت اور عداوت کا وہ طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا جو محض 'خدا سے سب کچھ ہونے کا یقین' کی دعوت دیتے رہنے سے کبھی اٹھنے والا نہ تھا۔

چنانچہ کلمہ کا (اس میں مذکور نفی اور اثبات سمیت) پہلے علم لیا جاتا ہے اور پھر یقین۔ یہی اس معاملے کی سنت ترتیب ہے...... پہلے 'علم' ہے اور پھر 'یقین'۔

اب کلمہ کی پہلی شرط (علم) کے بارہ میں اختصار سے دو باتیں ذہن نشین کرا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے:

پہلی بات:

کلمہ کے اندر جب تک نفی اور اثبات کا علم حاصل نہ کیا گیا اور نفی اور اثبات کا یہ علم جب تک اسی ترتیب سے نہ لیا گیا جس ترتیب سے یہ کلمہ میں بیان ہوا ہے تب تک کلمہ کا علم ناقص اور نامکمل رہے گا۔ 'نفی' کے اندر جو چیز باقاعدہ طور پر مطلوب ہے وہ ہے غیر اللہ کی عبادت اور پوجا و پرستش کی سب رائج اشکال کا ذہن میں واضح ہونا اور واضح کر دیا جانا اور پھر ان کو جان کر اور محسوس کرا کر ان کا انکار کرنا۔ جتنا نقص یہاں رہ جائے گا اتنا ہی یہ نقص آگے چل کر نمایاں تر ہوگا اور اتنی ہی دین کی محنت بے ثمر بھی ہوگی۔ لہٰذا معلموں، مربیوں اور داعیوں کا کام ہے کہ یہاں کسی ابہام اور غموض کا چھوڑ دیا جانا ہرگز کسی مصلحت کا تقاضا نہ جانیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی حقیقت کا بیان ہی ناقص اور نامکمل چھوڑ دیا جائے...... خود لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کے مفہوم کے اندر ہی ابہام رہنے دیا جائے تو آخر یہ کونسی 'مصلحت' یا 'حکمت' ہوسکتی ہے؟

کلمہ پر محنت بے انتہا اہم کام ہے۔ مگر یہ اس کی حقیقت کے علم سے شروع ہونی چاہیے۔ نہایت ضروری ہے کہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کی حقیقت انبیاء ہی کے انداز میں بیانگ دہل بیان کی جائے اور ایک فرد کو پوری بصیرت کے ساتھ اس کی حقیقت معلوم

کروائی جائے۔ جس جس چیز پر اس لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کی زد پڑتی ہے ذہن کی دُنیا میں اس کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی زد میں لانا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا علم لینے کا ہی باقاعدہ حصہ سمجھا جائے۔ غیر اللہ کی پوجا پاٹ کا صاف صاف انکار کرنے سے لوگ آپ کی مخالفت پر آمادہ ہوتے ہیں تو عین اسی بات پر لوگ انبیاء کی جان کے بھی دشمن ہوئے تھے۔ یہ تو انبیاء کا ورثہ ہے۔ اس کو بخوشی قبول کیا جائے البتہ شرک کے معاملہ میں بات کو طرح دے جانا ہرگز ہرگز گوارہ نہ کیا جائے۔

اللہ سے لو لگانے اور اس کی عبادت وبندگی اور گرویدگی کی بات کرنے میں جو ایک چاشنی ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰہ کے مفہوم میں اسے محسوس کرانا جس قدر ضروری ہے اسی قدر ضروری یہ ہے کہ غیر اللہ کی پرستش ونیاز سے انکار میں جو ایک تلخی پائی جاتی ہے اور طاغوت کی بندگی کی نفی ومذمت میں جو ایک کڑواہٹ ہے اس کو بھی محسوس کرایا جائے۔ تاہم یہ کہ خدا کی چاہت وپرستش کی مٹھاس تو پائی جائے مگر عبادتِ غیر اللہ کی رائج اشکال کے انکار کی کڑواہٹ آپ کی دعوت میں عنقا ہو تو اس کو البتہ کلمہ کی محنت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کا نصف جزو بلکہ یوں کہیے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کا اولین جزو مفقود ہے...... اور یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ناقص بیان ہے۔

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ اگر محض کوئی لفظ نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے تو اس حقیقت کا پورا بیان ہونا اور پورا ہی بتایا اور سنا جانا مطلوب ہے اور آج اپنے اس زمانے کی ایک بڑی ضرورت۔

دوسری بات:

نفی واثبات کے مسئلہ کے بعد دوسری اہم بات مسئلۂ الوہیت ہے۔ یہ ذہن نشین ہونا ضروری ہے کہ اس کلمہ کے اندر اہل توحید اور اہل شرک کے مابین مسئلۂ باعثِ نزاع 'الوہیت' ہے۔

سب جانتے ہیں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه ہر نبی کی دعوت کا عنوان رہا ہے۔ گویا کرۂ ارض پر رہنے والا ہر انسان ہر زمانے میں اس کلمہ پر ایمان لانے اور اس کو اپنے وجود کا عنوان بنانے کا پابند رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ضرور اس کلمہ کا ایک ایک لفظ پھر غور طلب ہے۔ اور یہ گنتی کے چار ہی تو لفظ ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اللہ کے حق کا اثبات اور غیر اللہ کے حق کا انکار کرنا اس حکم کا مقصد تھا ___ اور یقیناً تھا اور ہے ___ تو اس کیلئے یہاں لفظ 'الٰـــہ' کا ہی انتخاب کیوں کیا گیا اور اسی کو دوسرے ہر لفظ کی نسبت موزوں تر کیوں جانا گیا؟ خالق، مالک، رازق، رب ...... اور بھی تو کتنے الفاظ ہیں جو صرف اللہ وحدہ لاشریک کیلئے ہی درحقیقت سزاوار ہیں۔ مگر انبیاء نے جن چار مختصر ترین الفاظ میں اپنا پورا مُدعا بیان کیا ان میں لفظ 'الٰہ' کی کیا خاص اہمیت اور معنویت ہے؟ (۱)

اس قدر واضح ہونے کے باوجود کہ انبیاء اور ان کے مخالفین کے مابین تنازعہ دراصل عبادت اور الوہیت کا تھا لوگوں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے مفہوم میں بھی زیادہ تر ربوبیت ہی بیان کی نہ کہ الوہیت!

یہ بات کہ سب کچھ کرنے والا خدا ہے ربوبیت ہے نہ کہ الوہیت۔ خدا سے سب کچھ ہونے کا یقین خدا کو 'تنہا رب' ماننا ہے جو بلاشبہ اور حد درجہ مطلوب ہے۔ البتہ خدا کو 'تنہا الٰـــہ' ماننا اس سے بڑھ کر کچھ ہے۔ 'خدا کے علاوہ کوئی کچھ کرنے والا نہیں' ...... یہ توحیدِ ربوبیت ہے۔ توحیدِ الوہیت یہ ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی پوجا و پرستش اور بندگی و انقیاد کے لائق نہیں اور یہ کہ پرستش اور بندگی کا کوئی فعل اگر کسی اور کیلئے روا رکھا جاتا ہے تو وہ سراسر غلط اور باطل ہے اور یہ کہ بندگی و عبادت مثلاً دُعا و التجا، ذبیحہ و طواف، نیاز و انقیاد اور اطاعتِ قانون صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک ہی کیلئے لائق و لازم ہے۔

الوہیت میں ربوبیت خود بخود آجاتی ہے۔ ربوبیت پر ایمان پختہ کرانے پر بھی بہت محنت ہونی چاہیے۔ مگر اسلام کا عنوان مسئلۂ الوہیت ہی کو رہنا ہے کیونکہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کے اندر باعثِ نزاع دراصل مسئلۂ توحیدِ الوہیت ہی کو ٹھہرایا گیا ہے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر**
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

ربوبیت کا بیان قرآن میں بھی بہت ہوا ہے مگر یہ بھی دراصل الوہیت کے مسئلہ کو پختہ کرنے کیلئے ہے۔ چنانچہ قرآن نے ربوبیت پر ایمان کے معتبر ہونے کو توحیدِ الوہیت پر ہی موقوف رکھا اور ربوبیت کے مکرر اور مؤثر بیان سے دراصل بندگی اور پرستش کی توحید ہی کو بار بار ثابت کیا۔ قرآن میں آپ دیکھتے ہیں خدا کی قدرتوں کا ذکر، بندگی و نیاز میں اس کی توحید منوانے پر ہی ہمیشہ منتج ہوتا ہے۔ جنت اور جہنم کے تذکرے توحیدِ عبادت کے ساتھ ہی جڑے ہوئے ملتے ہیں۔

چنانچہ ربوبیت (یعنی خدا سے سب کچھ ہونے کا یقین ہونا) اگرچہ بنیاد ہے الوہیت (خدا کا تنہا اور بلا شرکت غیرے عبادت کے لائق ہونا) کی اور اس کو قرآن باقاعدہ انداز میں پختہ بھی ضرور کرتا ہے پھر بھی بات ہمیشہ توحیدِ عبادت پر ہی لے جا کر ختم کرتا ہے۔ بلکہ بات شروع بھی توحید عبادت سے کرتا ہے اور ختم بھی اسی پر کرتا ہے، ربوبیت کو توحیدِ عبادت کی دلیل کے طور پر درمیان میں لاتا ہے۔ چنانچہ ربوبیت کا جتنا بھی بیان قرآن میں آپ دیکھتے ہیں وہ توحیدِ بندگی کی دلیل اور بنیاد کے طور پر ہی دیکھتے ہیں اور گو مسئلۂ ربوبیت (خدا کی قدرت اور فاعلیت) قرآن کا ایک بڑا موضوع ہے مگر قرآن میں اس کی حیثیت ہے بہرحال فریقین (انبیا اور ان کے مخالفین) کے مابین ایک طے شدہ مسئلہ کی...... جس کو قرآن ایک طرف مزید پختہ کرتا ہے تو دوسری طرف اس سے عین اس مسئلہ کو ثابت کرتا اور منواتا ہے جو فریقین کے مابین سرے سے باعث نزاع ہے یعنی توحیدِ عبادت۔

بنا بریں الوہیت اگر ربوبیت پر سہارا کرتی بھی ہے، تو بھی الوہیت ہی اسلام کا واجہہ Face اور اسلام کا دروازہ رہے گا کیونکہ کلمۂ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ کی بنیاد اسی لفظ (الٰـہ) کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ لہٰذا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ کی تعلیم اور اس کی تفہیم وتوضیح میں اصل زور مسئلہ الوہیت پر ہی دیا جائے گا نہ کہ مسئلہ ربوبیت پر۔

منہجِ انبیا کو سمجھنے کیلئے یہ بات ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

رہی یہ بات کہ جب الوہیت ربوبیت پر سہارا کرتی ہے تو اصل زور پھر ربوبیت پر ہی دیا جانا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

ربوبیت پر زور دینے کی بلاشبہ ضرورت ہے اور مخاطبین کی ضرورت کے بقدر اس پر بھی ضرور محنت ہونی چاہیے مگر یہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ایک ''مقدمہ'' ہوگا نہ کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ''مطلب اور مفہوم''۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مطلب اور مفہوم بہر حال یہی ہے کہ اللہ کے سوا ہر ہستی کو پوجنا باطل ہے اور بندگی صرف اللہ وحدہ لاشریک کیلئے واجب ہے۔

مزید دیکھئے۔ الوہیت اگر ربوبیت پر سہارا کرتی ہے تو ربوبیت خدا کے وجود پر سہارا کرتی ہے۔ تو پھر کیا خدا کے موجود ہونے کا بیان خدا کے رب ہونے کے بیان سے کفایت کرے گا؟ اب جس طرح خدا کے رب ہونے میں خدا کا موجود ہونا خودبخود آ جاتا ہے اسی طرح خدا کے اللہ ہونے میں خدا کا رب ہونا خودبخود آ جاتا ہے۔ یقیناً کچھ مخاطبین کیلئے خدا کے وجود پر بھی بہت کچھ بات کرنے کی ضرورت پائی جاسکتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کے وجود کا بیان خدا کی ربوبیت کے بیان سے کفایت کر جائے گا۔ بعینہ اسی طرح خدا کی ربوبیت (یعنی خدا کے فاعل حقیقی ہونے) کا بیان بھی اشد ضروری ہے مگر یہ توحیدِ الوہیت (توحیدِ عبادت) کے بیان سے کفایت نہیں کرتا خصوصاً اسے کلمۂ توحید (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) کی تفسیر تو ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔

غرض خدا کی ذات (وجود باری تعالیٰ) اور خدا کی ربوبیت (خدا سے سب کچھ ہونے کا یقین) ایک تمہید ہے اس بات کیلئے کہ پورا زور خدا کے واحد اور تنہا اور بلاشرکت غیرے لائق بندگی ہونے پر دے دیا جائے اور عبادت و پرستش کے معاملے میں نفی اور اثبات کی وہ ترتیب جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں بیان ہوئی جلی سے جلی تر کر دی جائے۔

یہ دو باتیں تھیں جن کا 'کلمہ کا علم' کی بابت واضح ہو جانا ہم سمجھتے ہیں بہت ضروری ہے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

شرطِ اول کے دلائل:

قرآن سے:

پہلی دلیل:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ
(محمد:۱۹)

''پس اے نبیؐ اس بات (کی حقیقت) جان لو کہ ''نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ''

شرح:

اس آیت سے واضح ہوا کہ لا الہ الا اللہ کی ''حقیقت و معنیٰ کا علم'' ہونا ضروری ہے نہ کہ اس کا محض ''کہہ دیا جانا''......

کلمہ کے الفاظ بولتے ہوئے آدمی یہ شعور ہی نہ رکھتا ہو کہ وہ زبان کہہ کیا رہا ہے اور یہ بولتے ہوئے وہ کس کس کی عبادت اور پوجا پاٹ کی نفی کر رہا ہے اور زمانے میں کس کس کی خدائی اُس کے بولے ہوئے ان الفاظ کی رو سے سراسر باطل ٹھہرتی ہے، پھر نہ ہی وہ یہ جانتا ہو کہ وہ کس ہستی کی تعظیم و بندگی کا اثبات کر رہا ہے، اور نہ اُس کو یہ شعور ہو کہ یہ لفظ جو وہ بول رہا ہے خدائے وحدہ لاشریک کیلئے بندگی کو مختص کر دینے کا ایک باقاعدہ عہد نامہ ہے...... ایسے آدمی کے حق میں کلمہ فائدہ مند نہیں۔ ایسے شخص کے حق میں 'کلمہ' کوئی سماجی کہاوت ہے یا کوئی آبائی و علاقائی محاورہ یا پھر روحانی فارمیلٹی، نہ کہ ایک متعین حقیقت جس کا کہ صحف اور رسل سے باقاعدہ علم لیا جائے۔

اب جو آدمی لا الہ الا اللہ کو کسی ثابت و متعین حقیقت کا مدعا ہی نہ مانے تو اُس نے اِس کلمہ کو وہ مقام ہی نہ دیا جو کہ اس سے ایک باقاعدہ شرط کے طور پر مطلوب ہے۔

یہ آیت جو اوپر ذکر ہوئی اس موضوع پر ایسی زبردست حجت ہے کہ امام بخاریؒ اس سے استدلال کرتے ہوئے صحیح بخاری کی کتاب العلم میں ایک باقاعدہ باب باندھتے ہیں:

باب: العلم قبل القول والعمل، لقول الله تعالیٰ: فاعلم أنه لا اله الا الله. فبدأ بالعلم

''اس بات کا بیان کہ علم وفہم کا مرتبہ قول اور عمل سے پہلے آتا ہے، جس پر دلیل ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ: **''پس جان لو اس بات (کی حقیقت) کہ نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ''** چنانچہ (یہاں) اللہ تعالیٰ نے بات علم سے شروع کی''

امام بخاری کے اس ''ترجمۂ باب'' سے واضح ہوا کہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت کا علم پہلے ہے اور دین کے احکام ومسائل پر عمل پیرا ہونا اس کے بعد۔ لہٰذا سب سے بڑھ کر کسی بات کو اہمیت حاصل ہے تو وہ یہی کہ آدمی اسلام کا اصل مدعا جانے کہ وہ ہے کیا۔ اب جب لا الہ الا اللہ ہی اسلام کا اصل مدعا ہے تو اسی کو سب سے پہلے اور خوب سمجھ کر جاننا چاہیے۔ یہ بات محض کوئی فضائل اور نوافل میں شمار ہونے والی چیز نہیں بلکہ مسلمان ہونے اور کلمہ گو کہلانے کیلئے ایک بنیادی شرط ہے۔

دوسری دلیل:

إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (الزخرف:۸۶)

''سوائے اس کے جو علم کی بنا پر حق کی شہادت دے''

اس آیت میں حق سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

چنانچہ (وھم یعلمون) کہہ کر (اس شہادتِ حق کی یہ شرط) بیان کردی کہ جو بات وہ زبان سے کہیں دل سے اس کا علم وادراک اور شعور رکھتے ہوں۔

شرح:

پوری آیت یوں ہے:

وَلَا يَـمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (الزخرف: ٨٦)

''جنہیں یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ہاں (مستحقِ شفاعت وہ ہیں) جو''حق'' بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو'' (ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی)

اب آیئے وجہِ استدلال کی طرف......

قیامت کے روز شفاعت نصیب ہونا اسی صورت میں ہے کہ آدمی کا کلمہ گو ہونا معتبر ہو۔اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ جسے یہ شفاعت میسر آئے گی ایک تو یہ کہ مــن شھـد بالحق ''جس نے''حق'' (یعنی لا الہ الا اللہ) کی شہادت دی''......اور دوسرا یہ کہ وھـم یـعـلمون ''انہیں (اسکا) علم بھی ہو'' یعنی وہ شخص اس حق (لا الہ الا اللہ) کی حقیقت کا علم اور ادراک بھی رکھتا ہو۔

واضح ہوا کہ سوچ سمجھ کر اور علم وشعور رکھتے ہوئے لا الہ الا اللہ کی شہادت دینا ہی باعثِ نجات ہے نہ کہ بے سوچے سمجھے اور بغیر اس کا معنیٰ ومراد جانے محض اس کے الفاظ بول دینا۔

سورۂ زخرف کی اس آیت میں وھـم یـعـلمون کہہ کر واضح طور پر کلمہ گو ہونے کیلئے ''علم'' کی شرط لگا دی ہے۔

سنت سے دلیل:

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال، قال رسول اللہ ﷺ من مات وھو یعلم انہ لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ (مسلم:۱/۵۵ح(۲۶)

”حضرت عثمانؓ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں مرا کہ وہ اس بات (کی حقیقت) جانتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، جنت میں داخل ہوگا“

شرح:

من مات وھو یعلم ......لا الہ الا اللہ کی حقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کو مسلمان سینے میں ساتھ ہی لے کر دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔ اسی پر موت پانا، اسی پر جان دینا ایک مسلمان کا مقصود ہے۔ خدائے ذوالجلال کے سوا دوسروں کی پوجا، بندگی کو باطل اور مسترد جاننے کا احساس اور تنہا اللہ وحدہ لاشریک ہی کے اس مقام کا اعتراف کہ سب کی سب بندگی اور حمد اور پرستش اور اطاعت پر ایک اسی کا حق ہے...... یہ علم، یہ احساس اور قلب وذہن کی یہ کیفیت اگر آدمی کو موت کے وقت حاصل ہو جائے تو اس خوش قسمت کے کیا ہی کہنے! آگے جنت ایسے ہی شخص کی منتظر ہے!!!

چنانچہ حدیث سے واضح ہوا بوقتِ موت بھی جس لا الہ الا اللہ کا اعتبار ہے وہ ہے جس کے ہمراہ علم اور شعور ہو۔

📖📖📖📖📖

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی دوسری شرط

یقین

کلمہ کی دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی کو اس کلمہ پر یقین اور وثوق ہو، جو کہ اس کو (دل و دماغ) سے جاننے کا اعلیٰ درجہ ہے، یعنی ایسا یقین کہ جس کے ہوتے ہوئے کسی شک وشبہ کی گنجائش نہ رہے۔

شرح:

یقین اور وثوق دراصل ایمان کی جان ہے۔ لازم ہے کہ آدمی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی دعوت پورے اعتماد اور دل کے اطمینان کے ساتھ قبول کرے۔ یہ آدمی کا ایک باقاعدہ فیصلہ ہونا چاہیے۔ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کی حقیقت کو دل کی گہرائی میں اُترنا ہے۔ یہ حقیقت دل میں گہری نہ اترے گی تو یہ آدمی کی شخصیت کے ذریعے دُنیا میں اور عالم واقع میں بھی رونما نہ ہوسکے گی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے یقین اور وثوق کو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کی شہادت کیلئے ایک باقاعدہ شرط کے طور پر بیان کیا ہے۔

اس معاملہ میں ایک بات اہم بات یہ ہے کہ اگر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کی پہلی شرط ــــــ جس کا ذکر پیچھے ہم پڑھ آئے ــــــ پر محنت کر لی جائے تو دوسری شرط کو پورا کرنا نسبتاً آسان ہوجاتا ہے۔ یعنی اگر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہ کی حقیقت کو سمجھنے اور جاننے پر کچھ محنت اور

وقت صرف کیا گیا ہو تو اس پر یقین اور وثوق اور اعتماد نفس میں پیدا کرنا نسبتاً آسان رہتا ہے۔ بلکہ اس عمل کی ترتیب ہے ہی یہ کہ پہلے اس کی حقیقت کو سمجھا جائے اور پھر اس پر یقین محکم پیدا کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اوپر کہا گیا کہ یقین دراصل ایک حقیقت کو دل ودماغ میں گہرائی سے جاننے کا اعلیٰ درجہ ہے۔

یہ بات خصوصاً اس لئے بھی اہم ہے کہ اسلامی عقیدہ کوئی 'آبائی عقیدہ' نہیں۔ نہ ہی یہ کوئی ڈھکوسلہ ہے کہ اس پر محض 'یقین' کر لینے کی دعوت دی جائے۔ حتی کہ 'شک' سے جو مراد دُنیا کے دھرموں اور مذہبوں میں لی جاتی ہے اسلام میں 'شک' کا وہ تصور نہیں کیونکہ 'یقین' سے جو ان مذاہب کے ہاں مراد ہے اسلام میں 'یقین' سے وہ مراد نہیں۔ لہٰذا اسلام میں جو یقین مطلوب ہے وہ علم، فہم اور شعور پر قائم ہے۔ کچھ تعجب نہیں جو وحی کا پہلا لفظ علم کی دعوت ہو!

رہا یہ کہ اس یقین میں اضافہ کیونکر کیا جائے تو سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ یہ خدا سے مانگنے کی چیز ہے سو اسی سے اس کا بکثرت سوال کیا جائے۔ پھر قرآن پڑھنے سے بڑھ کر اس کا عملاً کوئی اور نسخہ نہیں۔ پھر اس کے بعد رسولوں کی دعوت اور رسولوں کے مجاہدہ میں بار بار نگاہ دوڑانا اور غور وفکر کرنا ہے۔ پھر کائنات کے واقعہ پر غور ہے۔ اس کے علاوہ صالحین کی صحبت ہے۔ وہ لوگ جو اس لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کی حقیقت کو اپنے عمل اور مجاہدہ کی بنیاد بناتے ہیں ان سے قربت کا فیض اس کلمہ کی حقیقت پر یقین اور رسوخ اور دلجمعی کی صورت میں ضرور ملتا ہے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه میں جو حقائق بیان ہوتے ہیں وہ ہیں ہی کچھ ایسے کہ یقین پیدا کئے بغیر وہ بے معنی رہتے ہیں۔ اس کو محض 'جان لینا' فائدہ مند ہے اور نہ کسی مسئلہ کا حل۔ بندگی بنیادی طور پر ایک دِل کا عمل ہے۔ اللہ وہ ہے جس کو آدمی ٹوٹ کر چاہے۔ اللہ وہ ہے جس کی عظمت کا آدمی خوف کھائے۔ الٰہ وہ ہے جس کی خشیت دل میں ہو۔ الٰہ وہ ہے جس کی بڑائی اور کبریائی کی دِل پر دھاک بیٹھ جائے۔ الٰـــہ وہ ہے جس سے آدمی اُمید

رکھے اور تب بھی اُمید رکھے جب ہر کسی سے نا اُمید ہو جائے۔ الٰـــہ وہ ہے جس پر آدمی سہارا کرے اور اسی کے سہارے جیئے۔ الٰـــہ وہ ہے جس سے آدمی مانگ کر کھائے اور مانگ کر پیئے۔ جس سے زندگی اور رزق اور ہر خوشی کا سوال کرے اور ہر مصیبت اور آفت سے جس کی پناہ چاہے۔ الٰـــہ وہ ہے جس کا کہا ٹالا نہ جائے اور جس کی بات حرف آخر ہو اور اٹل قانون۔ الٰہ وہ ہے جس کے آگے انسان گھٹنے ٹیک دے اور اپنی جبین نیاز کو سجدوں میں جھکائے۔ ان سب افعال کو غیر اللہ سے پھیر کر ان کا رخ ایک خدائے واحد احد کی جانب پھیر دینا جس بات کا متقاضی ہے وہ یقین ہے نہ کہ محض 'معلومات'۔

شرطِ دوئم کے دلائل:

قرآن سے:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ

(الحجرات:۱۵)

"حقیقت میں تو مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا اور اپنی جانوں اور مالوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے لگے۔ وہی سچے لوگ ہیں"

چنانچہ یہاں اللہ تعالیٰ نے ان کے اللہ اور رسول پر ایمان کو اس بات سے مشروط کیا ہے کہ وہ اس میں کسی شک یا شبہے کا شکار نہ ہوں۔ رہا وہ

آدمی جو اس پر شک وشبہ رکھے تو وہ منافق ہوگا۔

شرح:

ثم لم یرتابوا ''پھر انہوں نے کوئی شک نہ کیا''......

شک یقین کا نقیض ہے۔ شک باقی نہ رہنے کا مطلب یقین کا حصول ہے، جو کہ لا الہ الا اللہ کی دوسری شرط ہے اور سورۂ حجرات میں اسی کی جانب اشارہ ہوا ہے۔ رہا یہ کہ انسان شرک کے باطل ہونے میں کوئی شبہہ رکھے، غیر اللہ کی بندگی کی رائج شکلوں کو مسترد کرنے میں ابھی اس کو تامل ہو یا اللہ وحدہ لاشریک کے تنہا معبود ہونے کی بابت وہ کوئی شک رکھتا ہو تو زبان سے بے شک اس نے صحیح تلفظ کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہہ دیا ہو، اس کیلئے کافی ہے اور نہ فائدہ مند۔

سنت سے:

پہلی دلیل:

عن ابی ھریرۃ قال، قال رسول اللّٰہ ﷺ: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانی رسول اللّٰہ لا یلقی اللّٰہ بھما عبد غیر شاک فیھما الا دخل الجنۃ (مسلم: ۱/۵۶ ح ۲۷)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی ہستی الٰہ نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں'' جو بندہ ان دونوں شہادتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا بشرطیکہ وہ ان دونوں باتوں کی حقیقت میں کوئی شک نہ رکھتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا''

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

وفی روایة لا یلقی اللّٰہ بھما عبد غیر شاک فیحجب عن الجنة (مسلم:۱/۵۶ ح ۲۷)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ ''کوئی بندہ ایسا نہ ہوگا جو ان دونوں شہادتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے جا ملے، جبکہ ان کی حقیقت کی بابت اسے کوئی شک نہ ہو اور پھر وہ جنت سے محروم رہ جائے''

شرح:

غیر شاک فیھما ''بشرطیکہ وہ ان دونوں باتوں کی حقیقت میں کوئی شک نہ رکھتا ہو''..

مراد یہ کہ آدمی نے کلمہ کی جو حقیقت معلوم کی وہ اس کو عین حق جانے اور اپنے اندر اس کی بابت کوئی شک اور تردد نہ رہنے دے۔ ایسا ہی آدمی ہے جس کا داخلۂ جنت -اس حدیث کی رو سے- یقینی ہے۔ یعنی کلمہ اس کیلئے فائدہ مند ہے۔

چنانچہ احادیث وغیرہ میں جہاں مطلق لا الہ الا اللہ کہہ لینے کی بنا پر جنت کی بشارت ہے ہمارے سامنے یہ حدیث اس پر ''شک باقی نہ رہنے'' کی یہ قید لگاتی ہے۔

۲) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک طویل حدیث میں بھی یہ الفاظ آتے ہیں:

من لقیت من وراء ھذا الحائط یشھد ان لا الہ الا اللّٰہ مستیقناً بھا قلبہ فبشرہ بالجنة (مسلم:۱/۵۹)

''اس دیوار سے پرے جو آدمی بھی تمہیں ایسا ملے جو اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ اس بات کی شہادت دیتا ہو

کہ اللہ کے علاوہ فی الواقع کوئی الٰہ نہیں ایسے آدمی کو جنت کی خوشخبری سنا دو‘‘

شرح:

مستیقناً بھا قلبہ ’’اپنے دل کے پورے یقین کے ساتھ‘‘......

یہاں بھی یہی شرط بیان ہوئی ہے۔یعنی آدمی کا دل اس لا الٰہ الا اللہ کی حقیقت پر یقین اور دلجمعی پائے اور اس کلمہ میں جو حقائق بیان ہوئے ان کو عین حق جانے۔رسول اللہ ﷺ کی وہ خوشخبری جو بعض احادیث میں مطلق بیان ہوگئی ہے آپؐ کے اس لفظ سے یہاں مقید ہوگئی۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تیسری شرط

اخلاص:

تیسری شرط اخلاص (نیت) ہے، یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے

شرح:

اخلاصِ نیت دراصل دین میں ہر عمل ہی کی ایک لازمی شرط ہے۔ ازراہِ اختصار کسی وقت اس کو محض 'نیت' کے لفظ سے بھی ذکر کر دیا جاتا ہے۔ دین کا کوئی عمل بھی اس شرط کے بغیر معتبر نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار اب چونکہ اسلام کا سب سے پہلا عمل ہے لٰہذا اخلاص نیت لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار کیلئے بھی ایک بنیادی شرط ہوگی۔ ویسے یہ شرط نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی ہر چیز کیلئے فقہائے اسلام کے نزدیک ایک باقاعدہ شرط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کا طریق کار یہ رہا ہے کہ وہ کتب احادیث کا آغاز نیت کی حدیث سے کرتے ہیں یعنی "انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانوی"

چنانچہ نیت کا حضور اور دل کا اخلاص ویسے تو ہر عمل میں مطلوب ہے مگر جس عمل میں سب سے بڑھ کر مطلوب ہے وہ شہادت کی ادائیگی ہے۔ کیونکہ شہادت ادا کرنا دراصل اپنی پوری زندگی کو ایک رخ دینا ہے۔ کارخانۂ ہستی کو زمانہ جس نگاہ سے دیکھتا ہے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ بالکل اس سے مختلف نگاہ رکھنے کا اعلان ہے۔ یہ اپنے وجود سے لے کر

کائنات کے وجود تک کو اپنے ذہن و فکر کے اندر ایک طرح سے نئی ترتیب اور نئی پہچان دیتا ہے۔ لہٰذا اس عمل میں دل کی شرکت نہایت ضروری ہے۔ پھر کیا تعجب کہ اخلاصِ دل ''کلمۂ اخلاص'' کی شرط ہو۔

اخلاصِ نیت...... یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے......

اس عمل میں اگر صرف اور صرف خدا مطلوب نہ ہو تو وہ ایک بے معنی عمل ہوتا ہے نہ صرف یہ بلکہ اس میں پھر خدا کے ساتھ کئی سارے حصہ دار بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ چونکہ یہ غیر محسوس طور پر ہوتا ہے، اس لئے اس پہلو سے یہ شرک اصغر کہلاتا ہے۔

خدا کے حصہ دار کیونکر کھڑے ہوتے ہیں؟ دیکھا یہ جانا ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کو ___ ایک حقیقت سمجھ کر اور پورے شعور اور وثوق کے ساتھ ___ آیا اس لئے قبول کیا گیا کہ اس ذات کو خوش کر دیا جائے جس کا یہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه مقام متعین کرنے کیلئے نازل ہوا یا پھر کلمہ گو ہونے سے مقصد کسی اور کو خوش کرنا یا متاثر کرنا یا کوئی اور فائدہ حاصل کرنا تھا؟ کیا یہ کلمہ قوم یا معاشرے یا ماحول کی دیکھا دیکھی ادا کر دیا گیا تھا یا یہ خدا کے ساتھ ایک براہ راست معاملہ تھا جس میں کسی دوسرے کو کچھ لینا دینا نہیں اور جس کے پیچھے محض یہ مقصد ہے کہ آدمی خدا کا چہرہ پا لے اور اس کے عذاب سے بچ کر اس کی رحمت کی پناہ میں آ جائے؟ یہ بے شک شرک اصغر ہو مگر ہے ظلم کہ آدمی کوئی بھی نیک عمل کرے تو پسندیدگی اور ستائش پانے کیلئے اس کی نگاہ خدائے ذوالجلال سے کم لمحہ بھر کیلئے بھی کسی پر ٹھہر جائے۔ پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار تو 'کوئی سا نیک عمل' نہیں بلکہ سب سے بڑا نیک عمل ہے۔ یہ تو پھر ہونا ہی خدا کیلئے چاہیے۔

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کی اس تیسری شرط سے جو بات سمجھی جانا مقصود ہے وہ یہ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کوئی معاشرتی رواج ہے اور نہ کوئی آبائی رسم اور نہ قومی روایت بلکہ اس کیلئے تو شرط یہ ہے کہ یہ انسان کے اپنے ہی اندر سے اٹھنے والی صدا ہو۔ کسی بات کو دل کی صدا بننے تک نفس کے جتنے مرحلوں سے گزرنا لازم ہوتا ہے ان سب مرحلوں کا طے ہونا اور ان

کیفیات کا ____ کم ازکم حد تک ____ نفس کے اندر جنم پانا اس لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار کی ایک باقاعدہ شرط ہے اور اسی کو اخلاص کہا گیا ہے۔

اس شرط کا خلاصہ یہ ہوا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا اقرار کسی بے توجہی یا لاابالی پن کے ساتھ ہرگز نہ کیا گیا ہو۔ 'لوگ کلمہ پڑھتے ہیں تو میں بھی پڑھتا ہوں' یہ طرز فکر شرطِ اخلاص کے منافی ہے۔ 'لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کو میں نے حق سمجھ کر مانا ہے اور اس سے میرا مقصود بس خدا کو راضی کرنا ہے' یہ احساس دل میں پیدا کرنا کلمہ کے معتبر ہونے کیلئے شرط ہے اور اسلام میں یہ باقاعدہ طور پر درکار ہے۔

اخلاص کی شرط پوری نہ ہونے کے باعث دین کا کوئی اور عمل قبول ہونے سے رہ گیا تو بس اسی عمل کا نقصان ہوا کیونکہ اس پر باقی سارے دین کا انحصار تو نہیں۔ البتہ اخلاص کی شرط رہ جانے سے اگر کلمہ معتبر نہیں ہوا تو یہ ہر نقصان سے سوا ہے کیونکہ باقی سب اعمال کا قبول ہونا اسی ایک بات پر منحصر ہے کہ پہلے یہ کلمہ معتبر ہو۔

شرطِ سوئم کے دلائل:

قرآن سے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

۱) اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (الزمر:۳)

"دین (اطاعت و بندگی) خالصتاً اللہ کیلئے ہے"

مزید ارشاد ہے:

۲) وَمَا اُمِرُوا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ حُنَفَاء

(البینۃ:۵)

"اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ اللہ کی بندگی کریں اپنے دین کو اس کیلئے خالص کر کے، بالکل یکسو ہو کر"

شرح:

ألا لله الدين الخالص......

ليعبدوا الله مخلصين له الدين حنفاء......

دین یعنی بندگی کو اللہ کے لئے خالص اور نشاطِ زندگی کا رخ ایک اللہ وحدہ لاشریک کی جانب کر دینا...... یہ قرآن کی ایک باقاعدہ اصطلاح ہے۔"اخلاصِ دین" کا اطلاق قرآن کے اندر دراصل بہت وسیع معنیٰ میں ہوا ہے۔اختصار سے،اس کے دو پہلو ہیں:

"اخلاصِ دین" کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ بندگی کے سب افعال کو آدمی صرف اور صرف اللہ رب العالمین کے لئے مختص کر دے اور ان پر کسی اور کا ذرہ بھر حق نہ جانے۔ اس معنیٰ میں "اخلاصِ دین" کا نقیض شرکِ اکبر ہے۔

"اخلاصِ دین" کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ بندگی کا عمل آدمی دل کے خلوص کے ساتھ اور صرف ایک اللہ کو ہی خوش کرنے کیلئے کرے۔اس معنیٰ میں "اخلاص" کا نقیض عموماً شرکِ اصغر ہے، جو کہ بے انتہا مہلک ہے اگرچہ آدمی کو دین سے خارج نہیں کرتا۔

سنت سے اس کی دلیل:

۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی صحیح حدیث ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اسعد الناس بشفاعتی من قال لا الہ الا اللّٰہ خالصاً من قلبہ او نفسہ (البخاری بشرحہ الفتح: ۱/۱۹۳ ح ۹۹)

"میری شفاعت کا حقدار خوش نصیب ترین شخص وہ ہے جو خلوص دل خلوص نفس کے ساتھ یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں"

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

۲) عتبان بن مالکؓ سے مروی صحیح حدیث میں نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

ان اللّٰہ حرم علی النار من قال لا الہ الا اللّٰہ یبتغی بذلک وجہ اللّٰہ عزوجل (مسلم: ١/٤٥٦ ح ٢٦٣)

"اللہ تعالیٰ نے ہر ایسے آدمی کا جہنم میں جلنا حرام کر دیا ہے جو لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰــہ کی شہادت دیتا ہو اور اس بات سے اللہ کی خوشنودی کا طالب ہو"۔

۳) امام نسائی "الیوم واللیلۃ" میں دو صحابیوں سے مروی حدیث روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

من قال لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر، مخلصاً بھا قلبہ یصدق بھا لسانہ الا فتق اللّٰہ لھا السماء فتقاً حتی ینظر الٰی قائلھا من اھل الارض وحق لعبد نظر اللّٰہ الیہ ان یعطیہ سوالہ (النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ برقم: ٢٨)

"جو آدمی دل کے پورے خلوص اور زبان کی سچائی کے ساتھ یہ کہتا ہے **لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شی قدیر** "یعنی اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ تنہا اور لاشریک ہے، بادشاہی اسی کی ہے حمد وثناء صرف اسی کا حق ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے" تو ان کلمات کیلئے اللہ تعالیٰ آسمان کے پٹ کھول دیتا ہے یہاں

تک کہ زمین میں ان کلمات کے کہنے والے پر نگاہ فرماتا ہے اور بس جس بندہ پر اللہ تعالیٰ نگاہ فرمالے اس کا حق ہوجاتا ہے کہ وہ جو مانگے سو دیا جائے''۔

شرح:

ان احادیث کے الفاظ پر غور فرمایئے من قال لا الہ الا اللہ والی وہ مطلق حدیث جو مشہور و معروف ہے اب ان احادیث کے الفاظ سے مقید کردی گئی۔ یعنی من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ ''جس نے بھی لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں جائے گا'' والی جو حدیث بغیر شروط کا ذکر کئے ایک جگہ بیان ہوگئی، اوپر کی ان حدیثوں میں اب اس کی ایک شرط بیان ہوگئی کہ یہ لا الہ الا اللہ ایسے ہی زبان سے پڑھ لینا نہیں، جس کے بعد آدمی کی جنت کھری ہوجائے، بلکہ اس پڑھنے کی کی جو کئی ایک شرطیں ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے جو کہ اوپر کی حدیثوں میں آپ دیکھتے ہیں:

ایک جگہ فرمایا: **یبتغی بذلک وجہ اللہ** یعنی ''دل کے اخلاص کے ساتھ''

ایک جگہ فرمایا: **خالصاً من قلبہ او نفسہ** یعنی ''صرف اللہ کا چہرہ پانے کیلئے یہ کلمہ کہے''

ایک جگہ فرمایا: **مخلصاً بھا قلبہ یصدق بھا لسانہ** یعنی ''دل کے اخلاص اور زبان کی سچائی کے ساتھ''

پس کلمہ کی یہ ایک باقاعدہ شرط ہے کہ کلمہ گوئی معاشرتی رسم یا دکھاوے کی چیز نہ ہو۔ نہ ہی یہ کوئی لوگوں کی دیکھا دیکھی کہہ دیئے جانے والے کچھ کلمات۔ ضروری ہے کہ یہ ایک بامقصد عمل ہو۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی چوتھی شرط

صدق اور وفا

چوتھی شرط ہے (اس کلمہ کے ساتھ) صدق اور وفا، یہاں تک کہ (اس کلمہ کے معاملہ میں)دروغ اور منافقت خارج از امکان ہوجائے۔

شرح:

دیانتدارانہ اقرار اس کلمہ کی چوتھی شرط ہے۔ایک ایسی سچائی اس کلمہ کے ادا کرتے وقت دل میں پیدا کرنا ضروری ہے جو اس کلمہ کی بابت منافقت اور دروغ گوئی کا رویہ اپنانے کی راہ مسدود کردے۔

''نفق'' عربی زبان میں سرنگ لگانے کو کہتے ہیں۔منافقت دراصل دل کا کھوٹ ہے۔ضروری نہیں کہ منافقت کا باعث محض کوئی 'بے وجہ کی بدنیتی' ہو۔شخصی منافع، خاندانی روابط، معاشرتی مجبوریاں، سیاسی مفادات، 'مستقبل' سے متعلق خدشات...... بہت کچھ ایسا ہے جو ایک ایک کرکے اس لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت کے آڑے آنے کی کوشش کرتا ہے۔ بسا اوقات جس چیز کو دین میں نفاق کہا گیا ہے وہ آدمی 'واقعیت پسندی' سمجھ کر اپناتا ہے اور جس چیز کو 'ایمان کا تقاضا' کہا گیا ہے وہ آدمی کو 'خواہ مخواہ کی بےوقوفی' اور 'دیوانہ پن' نظر آتا ہے۔اہل ایمان پر اہل نفاق کی یہ محض کوئی پھبتی نہیں تھی جو قرآن میں یوں نقل ہوئی ہے:

و اذا قیل لھم أمنوا کما أمن الناس قالوا أنومن کما آمن السفھاء (البقرہ:۱۳)''اور جب انہیں کہا جاتا ہے ایمان لاؤ اس طرح جس طرح (یہ) لوگ ایمان لائے تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں اس طرح جس طرح (یہ) نادان ایمان لے کر آئے ہیں؟''

چنانچہ بہت سی شخصی یا خاندانی یا ملکی یا معاشرتی مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں جو اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت پر ڈٹ جانے میں مانع ہونے لگیں تب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت پر عمل پیرا رہنا آدمی کو ایک بڑا نقصان کرانے کے مترادف لگتا ہے اور ایسا 'خواہ مخواہ کا' نقصان کرانے کو آدمی محض بے وقوفی سمجھتا ہے۔

'صدق' کی صورت میں جو چوتھی شرط لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی شہادت معتبر ہونے کیلئے بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ آدمی پوری دیانت کے ساتھ اور ممکنہ نتائج کے علی الرغم اس دعوت کو قبول کرے۔ صدق یہ ہے کہ آدمی جس بات کو ایک بار تسلیم کرلے اسی پر جم رہنے پر آمادہ ہو اور جو کہے اس کو کر دکھانے پر پوری طرح سنجیدہ ہو۔

'صدق' کی جو قرآنی اصطلاح ہے وہ عام زندگی میں محض 'سچ بولنے' سے کہیں زیادہ گہری اور وسیع ہے۔ یہ دراصل ایک بات پر ڈٹ رہنے کی استعداد ہے۔ صدق کی قرآنی اصطلاح کا مقصود یہ ہے کہ آدمی جو بات کردے پھر اس سے بدل جانے کو خارج از امکان کردے (رجال صدقوا ما عاھدوا اللّٰہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً – الأحزاب: ۲۳)صدق دراصل ایمان اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت پر جم جانا ہے اور اس کی راہ میں حائل ہر مفاد اور ہر خدشے کو نظر انداز کر دینا۔

یوں ایک طرح سے یہ ایک حلف وفاداری ہے۔ یہ انسان کا محض ایک حقیقت کو دل سے قبول کرنا ہی نہیں بلکہ باقی ماندہ زندگی اس پر ڈٹ جانے کا بھی اعلان ہے۔ چونکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے اقرار کی یہ بھی ایک اہم جہت ہے لہٰذا اس کو بھی ایک باقاعدہ شرط کے طور پر الصدق المنافي للنفاق کے الفاظ کے تحت بیان کر دیا گیا۔

ایک کلمہ گو کیلئے چونکہ آگے چل کر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کے تقاضوں میں دوستی اور دشمنی کا مسئلہ تقریباً سرفہرست رہنا ہے اس لئے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کی اس چوتھی شرط میں اس بات کا انتظام کر دیا گیا۔ سو اگر یہ شرط سمجھ کر پوری کر لی جائے تو آگے چل کر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا ایک اہم ترین تقاضا (ولاء اور براء) پورا کیا جانا ممکن ہوتا ہے۔

شرطِ چہارم کے دلائل:

قرآن سے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الـم أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ (العنکبوت:۱۔۳)

''الف، ل، م۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ بس اتنا کہنے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ''ہم ایمان لائے'' اور ان کو آزمایا نہ جائے گا! حالانکہ ہم سب لوگوں کی آزمائش کر چکے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون''۔

مزید ارشاد ہوتا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللّهِ وَبِالْيَوْمِ الآخِرِ وَمَا هُم بِمُؤْمِنِينَ (8)يُخَادِعُونَ اللّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلاَّ أَنفُسَهُم وَمَا يَشْعُرُونَ (9)فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّهُ مَرَضاً وَلَهُم عَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ (10) – البقرة

”بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے ہیں حالانکہ درحقیقت وہ مومن نہیں ہیں۔ وہ اللہ اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکہ بازی کررہے ہیں مگر دراصل وہ خود اپنے آپ ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں اور انہیں اس کا شعور نہیں ہے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے جسے اللہ نے اور زیادہ بڑھادیا اور جو جھوٹ وہ بولتے ہیں اس کی پاداش میں ان کیلئے دردناک سزا ہے“۔

سنت سے:

صحیحین میں معاذ بن جبلؓ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں:

ما من احد یشھد ان لا الہ الا اللّٰہ و ان محمدا عبدہ ورسولہ صدقاً من قلبہ الا حرمہ اللّٰہ علی النار (البخاری مع الفتح:۱/۲۲۶ج۱۲۸مسلم/۱/۶۱)

”جو آدمی بھی صدق دل سے یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم پر حرام کردیتا ہے“

شرح:

پس یہاں **صدقاً من قلبہ** کے الفاظ بول کر، لا الہ الا اللہ پڑھنے والے کے جنت جانے کے معاملہ میں ایک اور شرط بیان کردی گئی، یعنی اس دعوت سے وفاداری، لا الہ الا اللہ کی صورت میں جس حقیقت کو جانا اور مانا گیا اس کو سچ کر دکھانے پر آمادگی۔ یہ کلمہ کی چوتھی شرط ہے جو اوپر مذکور آیات واحادیث میں وارد ہوئی ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی پانچویں شرط

محبت

پانچویں شرط یہ ہے کہ انسان کو اس کلمہ اور اس کے معنی ومفہوم سے ایک محبت و وارفتگی ہو اور اس کلمہ سے اس کو ایک سرور ملتا ہو

شرح:

پانچویں شرط یہ ہے کہ آدمی کو یہ کلمہ دِل وجان سے عزیز ہو، بے شک یہ کلمہ اس کی راحتِ جان میں خلل انداز ہوتا ہو، بے شک یہ اس سے مفادات کی قربانی مانگتا ہو، بے شک یہ اس کو فرائض کا پابند کرتا ہے، بے شک یہ اس پر بہت سے مرغوبات حرام ٹھہرا دیتا ہے، بے شک یہ کلمہ کبھی اس کی جان بھی لے لے...... پھر بھی یہ کلمہ اس کو بے انتہا عزیز ہو اور اس کے اقرار سے ہی اس کو اصل راحت ملتی ہو۔

یہ کلمہ کیا ہے؟ غیر اللہ کی بندگی کا قطعی اور دوٹوک انکار اور اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری کا پر جزم اقرار۔ اب کلمہ کی پانچویں شرط یہ ہے کہ اس انکار سے اس کو لطف ملتا ہو اور اس اقرار سے وہ دل میں سکون پاتا ہو اور اسی بات میں وہ اپنے لئے روح کا چین اور دل کا اطمینان پائے۔

خدا کے سوا پوجی جانے والی ہستیوں کی پرستش کو غلط اور باطل کہنے میں آدمی کو لطف آنا خواہ اس سے خدا کے دشمنوں کو کتنی ہی تکلیف ہو اور بندگی و نیاز کی سب اداؤں کو

خدا کیلئے خاص کر دینے میں ایک مزہ پانا...... یہ کلمہ کی ایک باقاعدہ شرط ہے۔ کچھ اسی بات کا اظہار رسول اللہ ﷺ کے ایک مسنون ذکر میں ہوتا ہے جو فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد آپ ؐ کا معمول تھا۔

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شي قدیر. لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون. (مسلم ۱/۴۱۰)

''نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر ایک اللہ وحدہ لا شریک۔ بادشاہی اس کی۔ حمد اس کی۔ ہر چیز پر قدرت کاملہ وہی رکھنے والا ہے۔ نہ کوئی زور نہ کوئی طاقت سوائے اک خدا کے سہارے۔ کوئی نہیں بندگی کے لائق سوائے اللہ کے۔ اس ایک کے سوا ہم نہیں کسی کو پوجنے کے۔ نعمت اس کی۔ فضل اس کا۔ خوب سے خوب ستائش بس اس کی۔ کوئی نہیں (ہماری) بندگی کے لائق سوائے اللہ کے۔ یوں کہ دین (اطاعت و بندگی) کو ہم بس ایک اسی کیلئے خالص کئے رہیں چاہے کافر لوگ اس سے کتنا ہی آزردہ ہوں''۔

کلمہ کی اس پانچویں شرط کا مطلب یہ ہے کہ آدمی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کا نہ صرف اقرار کرے بلکہ اس کو اپنے اوپر خدا کی سب سے بڑی نعمت جانے اور دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت آدمی کو اس کے سامنے ہیچ نظر آئے۔ اس کے بغیر آدمی اپنے آپ کو کہیں کا نہ سمجھے۔ اس کے جانے کی صورت میں آدمی کو دنیا اندھیر ہوتی ہوئی نظر آئے۔ اس کے بغیر جینے کا آدمی تصور تک نہ کرے۔ اس کے بغیر جینے پر آدمی موت کو بلکہ آگ میں کود پڑنے کو اپنے دل میں ترجیح دے۔ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کو زندگی کی متاع عزیز ترین جاننا اس کلمہ کا اقرار کرنے کی ایک بنیادی شرط ہے۔ اور یہاں یہ کلمہ کی پانچویں شرط کے طور پر بیان ہوئی ہے۔

مزید برآں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس بات کے کرنے اور سننے میں آدمی کو سب سے زیادہ سرور ملتا ہو وہ ضرور اس کا موضوعِ سخن بھی بنا رہتا ہے۔ بلکہ وہ اس کی

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

گفتگو اور اس کی دعوت کا اصل محور ہی بن جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بات ایک نتیجے کے طور پر آتی ہے نہ کہ ایک شرط کے طور پر مگر یہ اس شرط (کلمہ سے شدید محبت و وارفتگی ہو جانا اور اس سے آدمی کو سرور ملنا) کے وجود میں آجانے کا ایک لازمی نتیجہ ہوتا ہے کہ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے موضوعات اب آدمی کی دعوت پر چھا جائیں۔

اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کی شروط خود بخود لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ کے تقاضے متعین کر دیتی ہیں۔

شرطِ پنجم کے دلائل:

قرآن سے:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللّهِ أَندَاداً يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللّهِ وَالَّذِينَ آمَنُواْ أَشَدُّ حُبّاً لِّلّه (البقرہ:١٦٥)

”کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسی اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے حالانکہ ایمان رکھنے والے لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں“۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَلاَ يَخَافُونَ لَوْمَةَ لآئِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (المائدہ 54)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو

محبوب ہوں گے اور اللہ ان کو محبوب ہوگا۔ جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے“۔

سنت سے:

حضرت انسؓ سے صحیح حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان: ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما وان يحب المرء لا يحبه الا لله وان يكره ان يعود فى الكفر، بعد اذ أنقذه الله منه، كما يكره أن يقذف فى النار (البخاری مع الفتح ١ / ٧٢ ح ٤٣ مسلم ١ / ٦٦)

”تین باتیں جس آدمی میں آ جائیں بس وہ ایمان کا مزہ اور لطف اٹھالیتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کو دنیا کی ہر ہستی سے زیادہ عزیز اور محبوب ہو جائیں، دوسری یہ کہ وہ کسی انسان سے محبت کرے تو صرف اور صرف اللہ کی خاطر، اور تیسری یہ کہ کفر سے ایک بار نکل آنے کے بعد اس میں لوٹ جانے سے اس کو اتنی کراہت ہونے لگے جتنا انسان آگ میں پڑ جانے سے لرزاں اور گریزاں ہو“

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی

چھٹی اور ساتویں شرط

انقیاد و تسلیم

چھٹی شرط یہ ہے کہ انسان خلوصِ دل کے ساتھ، اللہ کی خوشنودی طلب کرتے ہوئے، اس کلمہ کے حقوق یعنی فرائض و واجبات ادا کرنے پر پابند ہو۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ اس کلمہ کو دل و جان سے تسلیم کرے اور اس کی کوئی بات رد کرنے کا تصور تک نہ رہے

شرح:

کلمہ کی چھٹی شرط انقیاد اور ساتویں شرط تسلیم بتائی گئی ہے۔

انقیاد عملی اور ظاہری طور پر تابع فرمان ہو جانا ہے اور تسلیم قلبی و باطنی طور پر تابع ہونا۔ 'انقیاد' کا مطلب ہے حکم کی تعمیل اور 'تسلیم' کا مطلب ہے خبر کی تصدیق۔ یہ دونوں باتیں لَآ اِلٰـہَ اِلَّا الـلّٰہ کی شہادت معتبر ہونے کیلئے شرط ہیں۔ چنانچہ ظاہر اور باطن میں اس حقیقت کے تابع ہو جانا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں بیان ہوئی کلمہ گو ہونے کیلئے باقاعدہ طور پر مطلوب ہے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

اب یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے:

'انقیاد' اور 'تسلیم' دونوں یہاں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کی شروط کے طور پر بیان ہوئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے یہ مراد نہیں کہ انسان پہلے ظاہر و باطن میں دین کے تمام احکام پر عمل پیرا ہو تو پھر جا کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی یہ دو شرطیں (انقیاد اور تسلیم) اس کے حق کے میں پوری ہوں اور تب تک آدمی کی کلمہ گوئی کا اعتبار ہی معلق رہے یعنی آدمی اس وقت تک مسلمان ہی شمار نہ ہو!

دین کے تمام کے تمام احکام پر عمل پیرا ہونا یقیناً مطلوب ہے مگر ایسا عملاً ہونے لگنا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے تقاضے کے طور پر مطلوب ہے نہ کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شرط کے طور پر۔ جہاں تک تقاضوں کا تعلق ہے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے بعض تقاضوں کے ترک کے باوجود آدمی مسلمان شمار ہوگا البتہ جہاں تک شروط کی بات ہے تو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کی ایک بھی شرط پوری نہ ہو تو اس کلمہ کا اقرار سرے سے معتبر نہ ہوگا۔ یعنی شرط کے ترک سے آدمی مسلمان ہی شمار نہ ہوگا۔

چنانچہ دین کے احکام پر بالفعل عملدرآمد کر کے دکھانا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کے تقاضوں میں آتا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی شرط کے طور پر انقیاد اور تسلیم سے مراد یہ ہے کہ آدمی ظاہراً اور باطناً اس پر آمادہ ہو اور مجسم اطاعت ہو۔

'اعمال' کرنا تو دراصل لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کے اقرار کا تقاضا ہی ہے نہ کہ شرط۔ البتہ اعمال کرنے کیلئے ظاہراً اور باطناً ایک آمادگی اور استعداد کا پایا جانا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کے اقرار کی بہرحال شرط ہے۔

یعنی کلمہ پڑھتے ہوئے اگر آدمی کے ذہن میں یہ ہے کہ اس کی حقیقت کے ظاہراً اور باطناً تابع ہونے کیلئے اسے کچھ کرنا کرانا نہیں تو اس کا کلمہ پڑھنا غیر معتبر ہے۔

قرآنی استعمال میں بعض مقامات پر انقیاد کیلئے 'اسلام' اور تسلیم کیلئے 'ایمان' کا لفظ بھی وارد ہوا ہے۔ خصوصاً دیکھیے سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر**
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

اس سیاق میں 'اسلام' یا 'انقیاد' سے مراد خود سپردگی ہے اور 'تسلیم' یا 'ایمان' سے مراد اس خود سپردگی کے واقعہ کو دل وجان سے قبول کر لینا اور اس پر دل کے خلجان سے آزادی پانا۔

بسا اوقات انقیاد اور تسلیم یا اسلام اور ایمان ایک دوسرے کے ہم معنی بھی استعمال ہوتے ہیں۔

انقیاد اور تسلیم کی اس کیفیت کا آدمی کے ظاہر و باطن میں کم از کم حد تک وجود پانا ہر شخص کے حق میں لازم ہے کیونکہ یہ شہادت کے اعتبار کیلئے باقاعدہ شرط ہے۔

شرطِ ششم کے دلائل:

قرآن سے:

وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَه (الزمر:۴۵)

''اور پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اسکے''۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله (النساء:۱۲۵)

''اس شخص سے بہتر اور کس کا طریق زندگی ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کردیا اور اپنا رویہ نیک رکھا''

وَمَنْ أَحْسَنُ دِيناً مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لله (لقمان:۲۲)

''جو شخص اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کردے اور عملاً وہ نیک ہو اس نے فی الواقع ایک بھروسے کے قابل سہارا تھام لیا''۔

فَلاَ وَرَبِّکَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوکَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا

قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيماً (النساء:٦٥)

''نہیں اے محمد ﷺ! تمہارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ سربسر تسلیم کرلیں''۔

سنت سے:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لا یومن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لما جئت بہ

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں جب تک اس کی ہر خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوجائے''۔

شرح:

أسلم وجھہ للہ...... یسلم وجھہ الیٰ اللہ...... یعنی اپنے وجود کا رخ خدا کی جانب کردینا اور اپنا آپ خدا کو سونپ دینا، اپنے آپ کو خدا کے تابع کردینا۔

سورۂ لقمان کی مذکورہ بالا آیت کے اندر واضح کردیا گیا کہ ایسا ہی شخص دراصل عروۂ وثقیٰ کو تھامتا ہے۔ عروۂ وثقیٰ یہی لا الہ الا اللہ ہے، جیسا کہ کتبِ تفسیر سے واضح ہے۔ یعنی جو شخص اپنا آپ خدا کے تابع کردے تو دراصل وہی ہے جس نے لا الہ الا اللہ کا یہ مضبوط سہارا تھاما جو نہ دنیا میں آدمی کو بے آسرا رہنے دے اور نہ آخرت کی مشکل گھڑیوں میں۔

چنانچہ 'انقیاد' یا 'اسلام' یا 'خودسپردگی' لا الہ الا اللہ کے معتبر ہونے کیلئے ایک باقاعدہ شرط مانی گئی ہے۔

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل** پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

اس کے بعد سورۂ نساء کی جو آیت مذکور ہوئی ہے اُس میں بتادیا گیا ہے کہ آدمی کا ایمان تب تک معتبر نہیں جب تک وہ اپنی زندگی کے سب فیصلے خدا کے فرستادہ رسول کو نہ سونپ دے۔ یعنی اسلام میں داخل ہونے کی شرط یہ ہے کہ آدمی زندگی کے سب معاملات میں اپنے اور ہر کسی کے اختیار سے دستبردار ہو جائے اور ان کو طے کر دینے کا حق صرف اور صرف اللہ اور اس کے رسول کو دینے پر آمادہ ہو۔ جب تک وہ زندگی کے جملہ امور میں اللہ کی شریعت کے سوا کسی اور ہستی کے اختیار یا قاعدہ وقانون کو تسلیم کرتا ہے اس آیت کی رو سے تب تک وہ صاحبِ ایمان تصور نہ ہوگا...... یہاں تک کہ وہ غیر اللہ کے ہر اختیار اور قانون کو خدا کے اختیار اور خدا کے قانون کے آگے ہیچ نہ جاننے لگے۔
یہ انقیاد کلمہ کے معتبر ہونے کیلئے ایک شرط کے طور پر ہی مطلوب ہے۔

شرطِ ہفتم کے دلائل:

قرآن سے:

وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدَى مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ (الزخرف: ٢٣- ٢٥)

”اسی طرح تم سے پہلے جس بستی میں بھی ہم نے کوئی ڈرانے والا بھیجا اس کے کھاتے پیتے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں۔ ہر نبی نے ان سے پوچھا کہ کیا تم اسی ڈگر پر چلے جاؤ گے خواہ میں اس راستے سے زیادہ صحیح راستہ تمہیں

بتاؤں جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے؟ انہوں نے سارے رسولوں کو یہی جواب دیا کہ جس دین کی طرف بلانے کیلئے تم بھیجے گئے ہو ہم اس کے کافر ہیں آخرکار ہم نے ان کی خبر لے ڈالی اور دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا"۔

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ (35) وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ (36) – الصافات

"یہ لوگ (جہنمی) تھے کہ جب ان سے کہا جاتا اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو یہ گھمنڈ میں آجاتے تھے اور کہتے تھے کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں"۔

سنت سے:

حضرت ابوموسیٰ اشعری سے صحیح حدیث مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

مثل ما بعثنی اللّٰہ بہ من الھدی و العلم کمثل الغیث الکثیر اصاب ارضاً فکان منھا نقیة قبلت الماء فانبتت الکلاء و العشب الکثیر و کانت منھا اجادب امسکت الماء فنفع اللّٰہ بھا الناس فشربوا وسقوا وزرعوا وأصاب منھا طائفة اخری انما ھی قیعان لا تمسک ماء ولا تنبت کلاء فذلک مثل من فقه فی دین اللّٰہ ونفعه ما بعثنی اللّٰہ به فعلم وعلم ومثل من لم یرفع بذالک راسا ولم یقبل ھدی اللّٰہ الذی ارسلت به (البخاری:۱/۱۷۵)

"مجھے اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت اور علم دے کر معبوث فرمایا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہیں بہت زیادہ بارش برسے۔ کہیں تو زمین نرم وشاداب ہو اور اس بارش سے خوب سیراب ہو کر فصل اگائے اور ہرا بھرا ہو

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات وویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

جائے۔ کہیں پر چٹیل نشیب ہوں جو اس پانی کو روک رکھیں پھر اس کو بھی اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے منفعت کا وسیلہ کر دے کہ وہ اس کو پینے، فصلیں سیراب کرنے اور غلے اگانے کیلئے کام میں لائیں۔ جبکہ یہ بارش کسی بنجر زمین پر بھی برسے جو نہ تو پانی کو روک رکھے اور نہ اسے پی کر ہریالی اگا سکے۔ سو یہ مثال اس شخص کی ہے جو اللہ کے دین کا تفقہ حاصل کرے اور اسے میرے ساتھ مبعوث شدہ ہدایت سے اللہ تعالیٰ یوں فائدہ دے کہ وہ اسے خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے اور یہی مثال اس شخص کی ہے جو اس کو لیکر نہ تو اٹھا اور نہ اللہ کی اس ہدایت کو، جو کہ مجھے دے کر بھیجا گیا ہے، خود قبول کیا‘‘

شرح:

قبول اور تسلیم ...... یہاں تک کہ مالک کی بات کو رد کر دینے کا تصور باقی نہ رہے۔

یہ ہے وہ مطالبہ جو انبیا کا اپنی قوموں سے رہا ہے۔ ایمان کے معتبر ہونے کیلئے یہ ایک باقاعدہ شرط ہے۔ لا الہ الا اللہ کے مقرر کردہ امور کو بلا چوں و چرا تسلیم کرنا اور اس کو مطلق حق ماننا...... یہ ہے اس ہدایت کو قبول کرنا جسے لے کر رسول اللہ ﷺ دنیا کے اندر مبعوث ہوئے۔

فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ

یہ ہوئی کلمہ کی سات شرطوں کی کچھ تفصیل۔ کلمہ کی شروط ادا ہو جائیں اور یوں آدمی کا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه کی شہادت دینا معتبر ہو جائے تو پھر ہی دین کے باقی اعمال کی قبولیت ہونے لگتی ہے۔

یہ بات پھر دہرا دینا فائدہ مند ہے کہ ان شروط کی ایک تو کم از کم حد تک ادائیگی ہے جو کہ ہر شخص پر لازم ہے۔ البتہ ان کی بہتر سے بہتر ادائیگی کی کوئی حد نہیں۔ یہ آدمی کی اپنی اپنی ہمت اور ظرف پر ہے۔ جتنا بہتر آپ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی ان شروط کو ادا کریں گے اتنا ہی آپ کے اعمال کی قبولیت کا امکان بڑھے گا اور اتنا ہی دین کے لئے آپ کی سعی اور مجاہدہ میں ایک حسن آئے گا اور اتنا ہی میزان میں آپ کے اعمال ایک وزن رکھیں گے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی اس نعمت سے مالا مال کر دے۔

وہی ہے جو توفیق دیتا ہے اور وہی ہے جو جب چاہے بندے اور اس کے دل کے مابین حائل ہو جائے۔

فلا حول ولا قوة الا به

بچنے کی سکت اور نہ اقدام کی طاقت، سوائے اللہ کے سہارے

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

چند اقتباسات از
قرۃ عیون الموحدین

اس بات کی انتہائی اہمیت کے پیشِ نظر کہ لا الہ الا اللہ کا پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ شروط کے ساتھ پڑھا ہونا ضروری ہے اور پھر ساری زندگی ان شروط پر کاربند رہنے سے ہی کلمہ معتبر رہتا ہے، ذیل میں ہم ایک معروف عالمِ توحید شیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب کے کچھ اقوال نقل کریں گے:

📖 **عن ابن عباسؓ أن رسول اللہ ﷺ لما بعث معاذا الی الیمن قال لہ: انک تأتی قوما من أھل الکتاب، فلیکن أول ما تدعوھم الیہ شھادۃ أن لا الہ الا اللہ – الحدیث**

''ابن عباسؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے جب معاذؓ کو یمن کی جانب نمائندہ بنا کر بھیجا تو ان سے کہا: دیکھو! تم ایک اہلِ کتاب قوم کے ہاں جارہے ہو۔اس لئے سب سے پہلی بات جس کی تم انکو دعوت دو یہ ہونی چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں''

اس حدیث میں جو اہلِ کتاب مذکور ہیں وہ یہود اور نصاریٰ ہیں جو اُس وقت یمن میں آباد تھے۔ان کے بارے میں نبی ﷺ نے فرمایا: **فلیکن أول ما تدعوھم الیہ شھادۃ أن لا الہ الا**

الـلـــہ یعنی سب سے پہلی بات جس کی تم انکو دعوت دو یہ ہونی چاہیے کہ وہ لا الہ الا اللہ کی شہادت دیں۔

جبکہ یہ کلمہ تو وہ کہتے تھے۔ مگر وہ اس کے معنیٰ اور حقیقت سے جاہل تھے جو کہ دراصل اسکا مفہوم ہے، یعنی کل عبادت ایک اللہ وحدہ لا شریک کیلئے خالص کردی جائے اور اسکے ماسوا کی عبادت اور پیروی چھوڑ دی جائے۔ چنانچہ وہ لا الہ الا اللہ کہتے مگر یہ ان کو فائدہ نہ دیتا تھا۔ وہ اس کلمہ کے معنیٰ و مطلب سے ایسے ہی ناواقف و نابلد تھے جیسے اس امت کے آخری دور کی اکثریت کا حال ہے۔ چنانچہ وہ یہ کلمہ بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ میں مردوں، غائب ہستیوں، طاغوتوں اور درگاہوں کی عبادت کی صورت میں شرک کا ارتکاب بھی کرتے ہیں۔ اس طرح یہ اس کلمہ کے منافی امور کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یعنی اپنے اعتقاد، اپنے قول اور اپنے فعل کے ذریعے وہ عین اس شرک کا اثبات کرتے ہیں جس کی یہ کلمہ نفی کرتا ہے اور عین اس اخلاصِ بندگی کی نفی کرتے ہیں جس کا یہ کلمہ اثبات کرتا ہے۔ متکلمین اور اشاعرہ کی پیروی میں وہ یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ اس کلمہ کا مطلب ہے "پیدا کرنے پر اللہ تعالیٰ کا قادر ہونا"۔ جبکہ یہ تو وہ توحیدِ ربوبیت ہے جس کا پہلے مشرک بھی اقرار کرتے تھے مگر اس اقرار سے وہ داخلِ اسلام نہ ہو پاتے تھے......

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلَمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّهَ وَلاَ نُشْرِكَ بِهِ شَيْئاً وَلاَ يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضاً أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ فَإِن تَوَلَّوْا

فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ　(آل عمران: ٦٤)

”کہو: اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سو کسی کو اپنا رب نہ بنالے...... اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم (صرف اللہ کی اطاعت وعبادت کرنے والے) ہیں“

چنانچہ یہ ہے وہ توحید جو کہ اصل اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ　(یوسف: ٤٠)

”حکم وقانون کا حق ایک اللہ کو ہے۔ اس کا امر ہے کہ ایک اس کے سوا تم کسی کی بندگی نہ کرو۔ یہی دینِ قیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے“[1]

📖 عبادہ بن الصامت سے روایت ہے، کہا: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

من شهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبده ورسوله، وأن عيسىٰ عبد الله ورسوله وكلمته التى ألقاها الىٰ مريم وروح منه، وأن الجنة حق والنار حق، أدخله الله الجنة علىٰ ما كان من العمل

”جس نے یہ شہادت دی کہ اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں وہ یکتا ولاشریک ہے، اور یہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے

(۱) قرة عيون الموحدين شرح كتاب التوحيد، باب پنجم الدعاء الىٰ شهادة أن لا اله الا الله

رسول ہیں، اور یہ کہ عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور رسول تھے اور اُس کا وہ فرمان جسے اللہ نے مریمؑ کی جانب القا کیا اور ایک روح تھی اللہ کی طرف سے، اور یہ کہ جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے، اللہ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ اُس کا عمل کیسا بھی ہو“

آپ ﷺ نے فرمایا ہے: مــن شهــد یعنی ”جس نے شہادت دی“۔ اس بات میں شک وشبہہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ شہادت، شہادت ہوتی ہی نہیں جب تک وہ علم، وثوق اور صدقِ دل سے نہ دی جائے۔ اور جو جہالت اور شک کی حالت میں سرزد ہو وہ ’شہادت‘ نہ تو معتبر ہوتی ہے اور نہ فائدہ مند۔ ایسی حالت میں تو ’شہادت‘ دینے والا جھوٹا ہوتا ہے کیونکہ جس بات کی وہ ’شہادت‘ دے رہا ہے اس کے مطلب سے وہ آگاہ تک نہیں جبکہ یہ عظیم الشان کلمہ تو پہلے ایک نفی وانکار پر مشتمل ہے اور پھر ایک اثبات و اقرار پر۔ نفی وانکار ایک اللہ کے سوا ہر ایک کی الوہیت اور خدائی کا، جب آپ ”لا الہ“ کہہ دیں۔ اور اثبات واقرار اللہ وحدہ لاشریک کی الوہیت اور فرماں روائی کا جب آپ ”الا اللہ“ کہہ دیں۔

اللہ تعالی کا ارشاد ہے

شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلاَئِكَةُ وَأُوْلُواْ الْعِلْمِ قَآئِمَاً بِالْقِسْطِ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (آل عمران:۱۸)

”اللہ نے خود اس بات کی شہادت دی ہے کہ ایک اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور فرشتے اور سب اہلِ علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں کہ اُس زبردست و دانا کے سوا فی الواقع کوئی عبادت کے لائق نہیں“۔

سو کتنے گمراہ ہو جانے والے اس وجہ سے گمراہ ہوئے کہ وہ اس کلمہ کے مطلب اور معنیٰ سے نا آشنا و نابلد تھے۔ بلکہ تو اکثریت ایسوں کی ہے۔ اِنہوں نے اس کے معنیٰ کی حقیقت ہی الٹ کر رکھ دی؛ جس الوہیت کی اس کلمہ میں نفی کروائی گئی تھی اُسی الوہیت کا اثبات وہ مخلوق ہستیوں کیلئے کرنے لگے، وہ مزاروں اور قبروں کی صورت میں بنائے گئے رب ہوں، طاغوت ہوں، اشجار و احجار ہوں یا جنات وشیاطین۔ اسی کو یہ لوگ دین بنا بیٹھے ہیں۔ اسی کی تزئین و آرائش میں لگے ہیں۔ توحید کو اب یہ بدعت کا درجہ دیتے ہیں۔ جو اِنہیں اس توحید کی دعوت دے اُسے یہ برا سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اِنہوں نے اِس کلمہ کا مطلب اُتنا بھی نہ جانا جتنا کہ کفارِ قریش ایسے اہلِ جاہلیت جان گئے تھے۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ اس کلمہ کے مطلب سے آگاہ ہو کر اس بات سے انکاری تھے جو یہ کلمہ خالص عبادت اور بندگی کی صورت میں اُن سے تقاضا کرتا تھا، جیسا کہ اللہ تعالی نے ان کی بابت ذکر کیا:

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ (35) وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ (36) – الصافات

''یہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے تو یہ گھمنڈ میں آ جاتے تھے اور کہتے تھے کیا ہم ایک شاعر مجنون کی خاطر اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں''

جبکہ اس امت کے آخری دور کے مشرکوں نے بھی انکار تو اسی بات کا کیا جس کا انکار ان سے پہلوں نے کیا تھا، جو کہ اِنکے جوابات دینے میں اِن کا وتیرہ ہوتا ہے اور صاف نظر آتا ہے جب

کبھی آپ انہیں ان قبروں، مزاروں اور طاغوتوں کی عبادت سے ٹوکیں اور ان ہستیوں کی بندگی اور پیروکاری سے، جن کی یہ عبادت کرتے ہیں، ان کو روک کر دیکھیں۔ بات یہ ہے اُن لوگوں نے اس کے معنیٰ کو جان کر اسکا انکار کیا تھا اور اِن لوگوں نے اس کے معنیٰ سے جاہل رہ کر اسکا انکار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو اب ایسے لوگ ملیں گے جو بیک وقت لا الہ الا اللہ بھی کہتے ہیں اور اللہ کے ساتھ اوروں کو بھی پکارتے ہیں!!

امام بقاعیؒ کہتے ہیں:

''لا الہ الا اللہ کا مطلب ہے اس بات کی صاف کھلم کھلا نفی کہ اُس عظیم ترین بادشاہِ مطلق کے سوا کوئی اور معبودیت اور خدائی کے لائق ہو''۔

پھر فرماتے ہیں:

''اس کلمہ کی حقیقت کا ادراک رکھنا ہی وہ اصل سہارا ہے جو قیامت کی ہولناک ساعتوں میں نجات کا باعث ہوگا۔ مگر یہ 'علم' تو تب ہوگا جب یہ فائدہ مند بھی ہو اور فائدہ مند تب ہوگا جب اس کے آگے انسان تسلیم ہو جائے اور اس کے تقاضوں پر آمادۂ عمل ہو، ورنہ تو یہ ''علم'' کہاں نری جہالت ہے''[(۱)]۔

---

(۱) قرة عيون الموحدين شرح كتاب التوحيد، بابِ دوئم فضل التوحيد وما يكفر من الذنوب

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل پر
آ گہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے

خواتین و حضرات!

بر صغیر کی فکری و تحریکی ضروریات کو پورا کرنے کے حوالے سے

– ایقاظ میں شائع شدہ مواد پر مبنی لٹریچر و آڈیوز کی تقسیم عام، اور

– ایک نہایت مؤثر و بروقت رہنمائی دینے والا ویب سائٹ سامنے لانے کیلئے

ادارہ ایقاظ کو مالی وسائل درکار ھیں۔

ایقاظ کے تحریری مشن میں حصہ ڈالئے:

IDARA EEQAZ A/C# 021 50200 000 1228 **Meezan Bank**, Gulshan-e-Ravi Branch, Lahore.

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ

مطبوعاتِ ایقاظ

روزِ غضب زوالِ اسرائیل پر انبیاء کی بشارتیں، توراتی صحیفوں کی اپنی شہادت	ڈاکٹر سفر الحوالی
روبہ زوال امیریکن ایمپائر عالم اسلام پر حالیہ صلیبی یورش کے پسِ منظر میں	حامد کمال الدین
مسجدِ اقصیٰ، ڈیڑھ ارب مسلمانوں کا مسئلہ (کتاب و آڈیو)	حامد کمال الدین
مسلم ہستی کا احیاء	حامد کمال الدین
دعوت کا منہج کیا ہو؟	محمد قطب
ایمان کا سبق	حامد کمال الدین
شروط لا الہ الا اللہ	حامد کمال الدین
نواقضِ اسلام	حامد کمال الدین
توحید کے تین اساسی محور	حامد کمال الدین
موحد تحریک	حامد کمال الدین
آپ کے فہم دین کا مصدر کیا ہے؟	حامد کمال الدین
اہل کتاب سے برأت	ڈاکٹر سفر الحوالی
صیام اور بندگی کے معانی (کتاب و آڈیو)	حامد کمال الدین
یہ گرد نہیں بیٹھے گی!	حامد کمال الدین
یہ وہی انگریزی نظام ہے، مگر اب یہ 'اسلامی' بھی ہے!	حامد کمال الدین

کتب خانوں، یا ہم سے بذریعہ وی پی، طلب فرمائیے، انٹرنٹ پر بھی دستیاب www.eeqaz.com, www.eeqaz.org

ایقاظ کے مضامین پھیلایئے، البتہ

فوٹو سٹیٹ کرانے کی ضرورت نہیں!

ہم اپنے اُن قارئین کے ممنون ہیں جنھوں نے ایقاظ کے بعض گزشتہ مضامین یہاں کے فکری حلقوں تک زیادہ سے زیادہ پہنچانے میں دلچسپی ظاہر فرمائی ہے۔

اِس بات کے پیشِ نظر کہ مضامین کو فوٹو سٹیٹ کر کے تقسیم کرنا مہنگا پڑتا ہے،
ادارہ ایقاظ اپنے اِن قارئین کیلئے یہ سہولت پیش کرتا ہے کہ:

تقسیمِ عام کیلئے آپ ایقاظ کے حالیہ یا گزشتہ کسی بھی شمارہ میں شائع شدہ کوئی بھی مضمون الگ سے طلب فرما سکتے ہیں۔

آپ کا کوئی بھی طلب کردہ مضمون ادارہ ایقاظ آپ کو 25 پیسے فی صفحہ کے حساب سے ارسال کرے گا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی مضمون 40 صفحے کا ہے تو وہ آپ کو 10 روپے میں پڑے گا۔ ڈاک خرچ بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔ البتہ چونکہ یہ سہولت تقسیم عام کیلئے پیش کی جارہی ہے لہٰذا کسی بھی مضمون کی ایک صد کاپی طلب کرنا ضروری ہوگا۔

Ph: **0323-403-1624** matbooateeqaz@gmail.com

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل** پر
آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ **ایقاظ** کے تحریری مشن میں معاون بنیے

شجرِ سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ

سہ ماہی ایقـــاظ

خصوصاً اِن موضوعات کے مطالعہ کیلئے:

☆ ایمان، عقیدہ، فکر، منہج، تربیت...... جو کہ بصیرت کی اساس ہیں

☆ ولاء اور براء...... جو کہ مسلم شخصیت کی پہچان ہیں......

☆ امتِ اسلام میں اخوت اور وحدت کے پنپنے اور انسانوں کے گرد کھڑی کردی گئی سب سرحدوں کو بے وقعت کردینے کی دعوت، سوائے اُن 'حدوں' کے جو معبود کے تعین اور طرزِ حیات کے چناؤ سے وجود میں آتی ہیں

☆ تحریک، سماجی تبدیلی، تہذیبی پیش رفت، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، دعوت، تعلیم،...... باطل، شرک، ابتداع، فسق اور انحراف کے جملہ مظاہر کی تردید و مخاصمت، جاہلیت سے دو بدو ئی...... جو کہ جہاد کے کچھ اہم ابواب ہیں

☆ انسانی رشتوں کا پاس، محروم، نادار، پسے ہوئے طبقے کی خیر خواہی اور اعلیٰ قدروں کی ترویج...... جو کہ مکارمِ اخلاق کے کچھ اہم مندرجات ہیں

- ایقاظ ایک منبر ہے اُس مبارک مشن میں تحریری شمولیت کیلئے جس کا مقصد آج کے اسلامی تحریکوں سے وابستہ نوجوانوں کو عقیدہ کے ایک اصیل متوازن منہج سے آراستہ اور ایک ٹھوس فکری اہلیت سے لیس کردینا ہے اور اہلسنت گروہوں سے وابستہ تحریکی و جہادی و سماجی عمل کو فکری و ثقافتی پہلوؤں سے مضبوط کردینا

- ایقاظ ایک کاوش ہے جذبہ کو بصیرت میں مدغم کردینے اور عمل کو علم سے برآمد کرنے کا منہج سامنے لانے کی

- ایقاظ ایک صدا ہے یہاں کے علمی و دعوتی حلقوں میں اس فقہِ اختلاف اور فقہِ ائتلاف کو زندہ و بحال کرنے کی جو کہ اہلسنت کا ایک امتیازی خاصہ اور ان کی قوت کا تاریخی راز ہے، اور جس کے عام ہوجانے سے حق کی قوتیں اپنے آپس کے وہمی معرکے ختم کرکے ایک نئے سرے سے متحد وصف آرا ہوں گی اور اتحاد و یکجہتی کے وقتی و سطحی و غیر طبعی مظاہر سے نجات پائیں گی۔

336 D سبزہ زار، لاہور 0323-4031624

www.eeqaz.com

شجر سلف سے پیوستہ، فضائے عہد سے وابستہ.. **حقیقتِ دین و عصر حاضر کے افکار و مسائل** پر

آگہی بخش مجلّہ، مطبوعات و ویب سائٹ ایقاظ کے تحریری مشن میں معاون بنیے